ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور
پاکستان

بانی:
شیخ التفسیر
حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ علیہ

مدیر اعلیٰ:
مولانا عبید اللہ انور
امیر انجمن خدام الدین لاہور

۵ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ ۲۷ اگست ۱۹۷۱ء

شاہنشہِ ارض و سما — بلغ العلیٰ بکمالہ
وصفِ رخِ او والضحیٰ — کشف الدجیٰ بجمالہ
قرآں باخلاقش گواہ — حسنت جمیع خصالہ
صدقاً یقیناً راسخا — صلوا علیہ وآلہ

نقش نگینہ
نواب صادق محمد خاں خامس امیر بہاولپور

ہدیہ:
سالانہ: ۱۶ روپے
فی پرچہ: ۳۵ پیسے

مطبوعاتِ انجمن خدام الدین لاہور (پاکستان غربی)

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

مسواک کی اہمیت (حدیث کی روشنی میں)

قاری فیوض الرحمٰن ایم، اے

مسلم شریف میں ہے حضرت عائشہ رضی صدیقہ رضہ کہتی ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ عشر من الفطرۃ ... الخ ـــ دس چیزیں امور فطرت سے ہیں۔ مونچھوں کا ترشوانا، داڑھی کا چھوڑنا، مسواک کرنا، ناک میں پانی لے کر اس کی صفائی کرنا، ناخن ترشوانا، انگلیوں کے جوڑوں کو (جن میں اکثر میل کچیل رہ جاتا ہے اہتمام سے) دھونا، بغل کے بال لینا، موئے زیر ناف کی صفائی کرنا، پانی سے استنجا کرنا۔ حدیث کے راوی زکریا کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ مصعب نے بس یہی نو چیزیں ذکر کیں اور فرمایا کہ دسویں چیز بھول گیا ہوں اور میرا گمان یہی ہے کہ وہ کلی کرنا ہے۔

آج ہم فطری آداب سے کتنے دور ہو گئے ہیں، مونچھیں باریک ترشوانے کا حکم تھا لیکن ہم نے بڑی بڑی مونچھیں رکھ لیں۔ ناخن کٹوانے کا حکم تھا تو یورپ کے تتبع میں انہیں بڑھانا اور ریت ریت کر صاف کرنا شروع کر دیا۔ بقول مولانا سید سلیمان ندوی "جن کے ناخن بڑے اور مونچھیں بڑی ہوتی ہیں، وہ کھانے پینے کی ہر چیز کو گندہ کر کے کھاتے پیتے ہیں۔ جس سے نہ صرف دوسروں کو کراہت معلوم ہوتی ہے بلکہ خود ان کو طبی طور پر نقصان پہنچتا ہے۔ یورپ میں ناخن بڑھانا اور ان کو ریت ریت کر صاف کرنا اور اسی طرح بعض لوگوں میں بڑی بڑی مونچھیں رکھنا حسن سمجھا گیا ہے مگر یہ دونوں باتیں صریحاً خلاف فطرت ہیں اور کھانے پینے میں گندگی کا باعث ہیں۔

مونچھوں کے بڑھانے کا فیشن یورپ کا آئینہ بدل جانے سے اب کم ہو رہا ہے۔ مگر داڑھی بڑھانے کی بجائے اسے منڈانے کا فیشن ابھی اسی طرح قائم ہے۔ بلکہ اب تو داڑھی اور مونچھ دونوں کو صاف کرنے کا فیشن ترقی پر ہے۔ یہ تمام باتیں اسلامی شعار کے خلاف ہیں اور اس شعار کے مخالف ہیں، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے مقرر کیا تھا۔

حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ "مشرکوں کے خلاف تم مونچھیں ترشواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابن عمر رضہ کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ "مشرکوں کے برخلاف تم مونچھیں باریک ترشواؤ اور داڑھی بڑھاؤ۔ (صحیح مسلم)

نماز کو قیمتی بنانے میں مسواک کا اثر

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "تَفْضُلُ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ یُسْتَاکُ لَھَا عَلَی الصَّلٰوۃِ الَّتِیْ لَا یُسْتَاکُ لَھَا سَبْعِیْنَ ضِعْفًا ـــ (رواہ البیہقی)

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "وہ نماز جس کے لیے مسواک کی جائے، اُس نماز کے مقابلہ میں جو بلا مسواک پڑھی جائے ستر گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔

تشریح علماء لکھتے ہیں کہ "سبعین" (ستر) کا لفظ عربی محاورہ کے مطابق کثرت اور بہتات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس بناء پر حدیث کا مطلب یہ ہوگا۔ کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جائے وہ اس نماز کے مقابلے میں جو بلا مسواک کے پڑھی جائے بدرجہا اور بہت زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ اور اگر "سبعین" سے مراد ستر کا خاص عدد ہو تب بھی کوئی استبعاد (بعید) نہیں ہے۔

جب کوئی بندہ احکم الحاکمین کے دربار عالی میں حاضری اور نماز کے ذریعہ اس سے مخاطبت اور مناجاۃ کا ارادہ کرے اور یہ سوچے کہ اس کی عظمت و کبریائی کا حق تو یہ ہے کہ مشک و گلاب سے اپنے دہن و زبان کو دھو کر اس کا نام نامی لیا جائے اور اُس کے حضور میں کچھ عرض کیا جائے لیکن چونکہ اس مالک نے اپنی عنایت و رحمت سے صرف مسواک ہی کا حکم دیا ہے اس لیے میں مسواک کرتا ہوں۔ تو وہ نماز اگر اس نماز کے مقابلہ میں جس کے لیے مسواک نہ کی گئی ہو، ستر یا اس سے بھی زیادہ درجے افضل قرار دی جائے تو بالکل حق ہے حقیقت تو یہ ہے ؎

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(معارف الحدیث، مولانا محمد منظور نعمانی)

دَورِ جدید کے عظیم مفکر ڈاکٹر اقبال رحہ سے کسی نے یہ استفسار کیا کہ اب تو اچھے اچھے ولائتی منجن ملتے ہیں کیا وہ مسواک کا نعم البدل نہیں ہو سکتے؟ ان کے جواب میں علامہ نے لکھا "مسواک سے میری مراد دیسی مسواک تھی نہ کہ انگریزی طرز کے منجن اور برش۔ کیونکہ یورپ کی ہی ہوتی بعض چیزیں خوبصورت ضرور ہوتی ہیں مگر اُن میں اخلاقی زہر ہوتا ہے جس کا اثر آج کل کے مادہ پرست مزاج رکھنے والے انسان فوراً محسوس نہیں کر سکتے"۔ "روزگار فقیر" کے مؤلف اس اقتباس کے تحت لکھتے ہیں "مسواک کا استعمال اس لیے مبارک اور مفید ہے کہ اس میں سنتِ رسول کا اتباع مضمر ہے۔ یہی مقدس جذبہ تھا جس نے مسواک کو علامہ

(باقی ص ۱۵ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

۳ رجب المرجب ۱۳۹۱ھ
۲۷ اگست ۱۹۷۱ء

جلد ۱۷
شمارہ ۱۶

فون ۶۷۵۴۵

قرآن مجید کی شان میں ہرزہ سرائی؟

پاکستان کے اربابِ حکومت روسی حکومت سے وضاحت طلب کریں!

روس کے ضخیم انسائیکلو پیڈیا کے تازہ ایڈیشن میں قرآن مجید کے بارے میں نہایت سوقیانہ حملے کیے گئے ہیں چنانچہ قرآن مجید کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

"یہ ماوراء الفطرت قانون اور مذہبی عقائد کا مجموعہ ہے۔ اور اس میں بہت کم حصے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دور سے متعلق ہیں۔

جدید اسلام کے بارے میں اس انسائیکلو پیڈیا میں زہر افشانی کرتے ہوئے کہا گیا ہے۔ بعض مسلمان عذر خواہ اپنے نظریات کے ذریعہ پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم سماجی مصلح ثابت کرتے ہیں جس کا مقصد یہ ہے کہ اصل حقیقت پر پردہ ڈالا جائے"
(نوائے وقت)

روس کے انسائیکلو پیڈیا میں جس قسم کی ہرزہ سرائی کی گئی ہے وہ اہلِ اسلام کے لیے کوئی انوکھی چیز نہیں۔ روس کا پورا فکری نظام ہی اسلام اور مذاہب سماوی کی مخالفت کی اساس پر قائم ہے۔ لگتا ہے "اسلام" کو صرف اس لیے خصوصیت کے ساتھ تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے کہ سرزمین روس کا خاصا علاقہ کسی زمانے میں اسلام کی ترقی و عروج کا گہوارہ رہا ہے۔! ترکستان، سمرقند و بخارا کے کھنڈرات آج بھی اسلام کی عظمت رفتہ کے زندہ و تابندہ نشانات ہیں۔ روس کے اربابِ اختیار کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہی کہ کہیں اس خاک سے اسلام کی کوئی چنگاری اٹھ کر شعلۂ جوالہ نہ بن جائے اور ملتِ اسلامیہ کی مردہ رگوں میں اسلامی غیرت و حمیت کا خون گردش میں نہ آ جائے اور حرارت ایمانی سے ان کے سینوں میں وہی اسلامی جوش اور ولولہ نہ پیدا ہو جائے۔

روس کے گستاخ حکمران خواہ کچھ کر لیں وہ دنیا سے نہ تو اسلام اور اہلِ اسلام ہی کا خاتمہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی بے ہودہ قسم کی ہرزہ سرائی سے وہ عظمت قرآن مجید کی رفعتوں اور بلندیوں کو سرنگوں کرنے کی ادنیٰ حرکت میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔

ہم روس کے اربابِ حکومت کو خطاب کرنا مناسب نہیں سمجھتے البتہ پاکستان کے اربابِ حکومت سے یہ ضرور گزارش کریں گے کہ پاکستان کے روس کے ساتھ چونکہ سفارتی مراسم قائم ہیں اس لیے ضروری ہے کہ حکومت پاکستان پہلے روس سے اس ہرزہ سرائی اور گستاخی کی وضاحت طلب کرے اور اس سلسلہ میں روسی حکومت کا نظریہ معلوم کرے کہ "انسائیکلو پیڈیا" کے جن مندرجات کا معاصر نوائے وقت نے حوالہ دیا ہے ان کے متعلق روس اور وہاں کے اربابِ حکومت کا مؤقف کیا ہے اور اس قسم کی ہرزہ سرائی اور گستاخی سے ان کا مقصود کیا ہے۔ اگر ان کا مقصد اہلِ اسلام کی غیرتِ ملّی اور حمیّتِ اسلامی کا امتحان ہے تو روسی حکمرانوں کو یقین رکھنا چاہیے کہ اہلِ اسلام مرنا تو جانتے ہیں لیکن اپنی زندگی میں خدا کی آخری مقدس کتاب قرآن مجید، حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کے پاکیزہ معتقدات و نظریات کے خلاف ادنیٰ گستاخی ہرگز برداشت نہیں کر سکتے۔

★

مندرجات

اسلام کی سربلندی اور حصولِ آزادی کیلئے
مثالی خدمات

علماء کے تربیتی کورس کی افتتاحی تقریب میں جناب جعفر قاسمی مشیر تعلیم و مطبوعات اوقاف کا خطبۂ استقبالیہ

گذشتہ دنوں محکمہ اوقاف پنجاب کے زیرِ اہتمام علماء اکیڈمی کا ایک تربیتی کورس شروع ہوا۔ جس کا افتتاح علامہ علاؤالدین صدیقی وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی نے کیا۔ اس تقریب میں جعفر قاسمی صاحب مشیر تعلیم و مطبوعات و ڈائریکٹر علماء اکادمی نے علماء اسلام کی عظمت شان کے موضوع پر ایک موثر خطبہ استقبالیہ پیش کیا۔ جسے حاضرین نے بے حد پسند کیا اور جعفر قاسمی صاحب کی اسلام اور علماء کرام سے شیفتگی و محبت کا مظہر قرار دیا :-

"ادارہ"

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لانبی بعدہٗ،

صدر گرامی، معزز حاضرین اور علماء کرام!

السلام علیکم!

اسلامی معاشرہ میں علماء کرام ایک خاص مقام کے حامل ہیں اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے علم دین حاصل کرنے والوں اور علم دین کی تبلیغ کرنے والوں کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا

اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی اللہ سے ڈرتے ہیں یعنی خوفِ خدا کا صحیح حق علم دین ہی کے ذریعے ادا ہو سکتا ہے۔

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء یعنی علماء انبیاء کے جانشین ہیں۔ مزید ارشاد فرمایا۔ "مَنْ اِنْتَقَلَ لِیَتَعَلَّمَ عِلْمًا غُفِرَ لَہٗ قَبْلَ اَنْ یَّخْطُوَ"

یعنی جو شخص بھی تحصیل علم کی خاطر سفر کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کے پچھلے صغیرہ گناہ آغازِ سفر سے پہلے ہی معاف کر دیتا ہے ایک اور حدیث شریف میں حضور نے فرمایا ہے۔

"اَکْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ کُرَمَاءُ مُکْرَمُوْنَ"

یعنی علماء کی عزت کرو کیوں کہ وہ اللہ کے نزدیک بھی بڑی عزت والے ہیں

حالیہ تاریخ میں مغربی استعمار کی ریشہ دوانیوں کے باعث علماء کرام کو شدائد و مصائب کا سامنا کرنا پڑا تاہم علماء حق نے جس طرح عالم اسلام کے مختلف حصوں کی آزادی اور سربلندی کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ اور روایتی علوم کے تحفظ کے لئے جسطرح ناسا عد حالات کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اس سے علماء حق، عالم اسلام میں بدستور محترم اور معزز سمجھے جاتے ہیں۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے۔ حصولِ آزادی کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمارے زیرِ تصرف ایک عظیم بالشان علاقہ آگیا۔ جس کے روحانی اور نظریاتی تحفظ کے لئے علماء بحمد اللہ سرگرم عمل ہیں۔ ہمارے علماء کی ہمیشہ یہ روایت رہی ہے کہ علوم متداولہ میں انہیں کمال حاصل رہا اور زندگی کے حقائق پر ان کی نظر رہی ہے۔ پاکستان میں وقت کے جدید تقاضوں کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف مسائل سے عہدہ برآ ہونے کے لئے سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر کوششیں جاری ہیں۔

چنانچہ انہی مقاصد کی تکمیل کے لئے جنوری ۱۹۷۰ء میں علماء اکیڈمی قائم کی گئی۔ جس کے مقاصد میں ایک جدید کتب خانہ کی تاسیس و قیام، علماء کرام اور اسلامیات کے طالبعلموں کے لئے جدید نصاب کی تدوین۔ مجالسِ مذاکرہ اور تربیتی کورس کا انعقاد شامل ہے۔

پہلا دوماہی تربیتی کورس ۱۰ مارچ ۷۱ء کو شروع ہوا۔ دوسرے تربیتی کورس کا آغاز اسی سال یکم جون کو ہوا۔ پہلے کورس میں درس نظامی کے ۳۰ فارغ التحصیل علماء نے شرکت فرمائی۔ دوسرے کورس میں اکیس علماء کرام شریک ہوئے۔ جن مضامین پر ملک کے مقتدر معلموں نے لیکچر دیئے۔ ان میں تجوید و قرأت جدید منطق و فلسفہ سیاسیات، عمرانیات۔ تقابل ادیان۔ اقتصادیات۔ جدید سائنس طب اسلامی انگریزی امور انتظامیہ اور دیگر متفرق مضامین شامل تھے۔ علاوہ ازیں دوسرے تربیتی کورس کے شرکاء حضرات کو مختلف تاریخی۔ صنعتی۔ اور علمی مقامات کا دورہ بھی کرایا گیا۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ ایک طرف مختلف مکاتب فکر کے علماء کرام اور ملک کے دانشور طبقے کے مابین۔ حسن تفاہم اور حسن ظن کی فضا کو مزید تقویت پہنچے۔ علماء کرام کی جدید علمی ضروریات کی تکمیل کے لئے بعض جدید علماء پر مشتمل ایک نصاب کمیٹی قائم کی گئی ہے۔ انشاء اللہ عنقریب ایک متفق علیہ جدید نصاب کی ترتیب و تدوین کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچ

از جماعت مسجد درگاہ عالیہ دین پور شریف

خان پور، بہاولپور ڈویژن

مورخہ ۱۴ر جولائی ۱۹۷۱ء

بحضور مدیر (کوہ مری)

یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی ہے کہ حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی مدظلہٗ خلیفۂ مجاز حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم نے "واہ کینٹ" اور دیگر مقامات پر درس قرآن مجید و حدیث کی بنا ڈالی ہے اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنے ہوتے ہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس درس کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ اور شرف قبولیت فرمائیں۔ رب العزت مخلصین کی عمر میں برکت دے اور یہ سلسلہ درس ہمیشہ جاری و ساری رہے۔ فقیر اس درس کو احاطۂ تحریر میں لا کر عامۃ المسلمین تک پہنچانے والے عزیز محترم محمد عثمان غنی کے لیے بھی اللہ سے اخلاص نیت اور اپنی رضا کے حصول کی دعا کرتا ہے۔

طالب دعا [illegible]

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

آدمیت احترام زندگی
باخبر شو از مقام زندگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور مدینہ والوں کو تبلیغ اسلام کیلئے گھر بار چھوڑنے کا حکم دیا تھا

صحابہ کرامؓ اور اولیاءؒ نے اسلام کی تبلیغ کے لیے مختلف ملکوں کا سفر اختیار کیا

ہماری انفرادیت نے اجتماعیت کے تمام کام ختم کر دیے ہیں

آج ضرورت ہے کہ انفرادیت ختم کر کے اجتماعی زندگی اختیار کریں

مجلسِ ذکر :

از : حضرت مولانا بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہٗ — مرتبہ : محمد عثمان غنی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

(۱) قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَرَکۡتُ فِیۡکُمۡ اَمۡرَیۡنِ لَنۡ تَضِلُّوۡا مَا تَمَسَّکۡتُمۡ بِہِمَا کِتٰبُ اللّٰہِ وَسُنَّۃُ رَسُوۡلِہٖ۔

ترجمہ : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ ہو گے (یہ دو چیزیں) اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن) اور حضورؐ کی سنت (حدیث) ہیں۔

(۲) عَنۡ اَبِیۡ ھُرَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ تَفَرَّقَتِ الۡیَھُوۡدُ علی احدی و سبعین او ثنتین و سبعین فرقۃ والنصاری مثل ذالک وتفترق اُمتی علی ثلاث و سبعین فرقۃ (ترمذی)

ترجمہ : ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے یہود اکہتر یا بہتر فرقوں میں منقسم ہو گئے اور نصاریٰ بھی اتنے ہی فرقوں میں بٹ گئے تھے اور میری امت تہتر فرقوں میں منقسم ہو جائے گی۔

کتاب و سنت کی حفاظت

محترم حضرات ! میں نے آپ کے سامنے دو حدیثیں تلاوت کی ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ کے ہاں پہنچنے والے تھے تو آپؐ نے کتاب و سنت کی امانت کی حفاظت اور اس فرض کی ادائیگی کا حکم صرف اہل مدینہ، اہل مکہ یا اہل عرب کو نہیں فرمایا بلکہ ساری امت کو دیا۔ اور فرمایا کہ میں دو چیزیں چھوڑ کے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب (قرآن کریم) اور اپنی سنت یعنی اس علم کا عملی طریقہ۔ اب آپ کا فرض ہے کہ کتاب و سنت کی حفاظت اور اشاعت کریں اور بنی نوع انسان تک آپ نے قرآن کریم کا علم اور سنت کے عمل کو پہنچانا ہے، دنیا کے گوشے گوشے میں اسی روشنی کو پھیلانا ہے اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رکھنا ہے۔ صحابہ کرامؓ وہ پہلا دستہ تھے جو اس خطاب کے وقت سامنے تھے۔ انہوں نے بلا واسطہ یہ حکم سنا اور اس حکم کی پابندی کے لیے مدینے پاک کی زندگی اور مسجد نبوی کی نمازیں اور جماعتیں اور جمعے چھوڑیں۔ جس مسجد میں ایک نماز پچاس ہزار نماز کے برابر تھی، ایک روزہ پچاس ہزار روزوں کے برابر تھا، ایک دفعہ قرآن کریم کا ختم پچاس ہزار ختم کے برابر تھا۔ ایک روپیہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا پچاس ہزار روپے کے برابر تھا اور اس مسجد نبوی کے قریب روضۂ انور میں دن کو ستر ہزار فرشتے خدا کی رحمتیں لے کر نازل ہوتے تھے اور صلوٰۃ و سلام کے پھول برسا کر شام کو واپس جاتے تھے اور جو شام کو آتے تھے ستر ہزار وہ دن کو واپس جاتے تھے۔ وہ ایسی مقدس بارگاہ سے الگ ہوئے انہیں حضور علیہ السلام کے حکم کی پابندی اور تعمیل اپنی ذاتی عبادت اور دینی مفاد سے کہیں زیادہ محبوب تھی۔ اُن لوگوں نے دین کے غلبے کے لیے اور نسل انسانی کو اس روشنی سے آشنا کرنے کے لیے سفر کیے۔ کوئی قسطنطنیہ کے اندر دفن ہوا، کوئی ہندوستان میں، کوئی سندھ میں۔ دین کی اشاعت کے لیے، خدا کی رضا کے لیے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کے لیے انہوں نے دیارِ محبوبؐ کو چھوڑ کر اقصائے عالم تک کلمۂ اسلام پہنچایا۔ اُن کی غرض نہ تو یہ تھی کہ دنیا حاصل کریں یا بچوں کو جائدادوں کا وارث بنائیں۔ ان کے بعد اولیاء کرام، ائمہ دین کا دور آیا، انہوں نے بھی دور دراز سفر کئے۔

بنگال میں تبلیغ اسلام کا واقعہ

ایک ولی جس کا نام ہے آدمؒ وہ مکہ مکرمہ کے اندر رہتا تھا، دن رات عبادت کرتا تھا اس کے پاس بنگال کا ایک مظلوم پہنچا اور کہا کہ میں نے بیٹے کے عقیقے پر گائے ذبح کی تو وہاں کے راجے نے گاؤکشی کی سزا میں مجھے بہت دکھ دیا۔ تو اس ولیٔ کامل حضرت آدمؒ نے کچھ ساتھی وہاں سے تیار کیے اور بنگال میں پہنچے۔ اللہ جانے کیسے پہنچے۔ نہ تو اس وقت ہوائی جہاز تھے نہ راکٹ، سائیکلیں بھی نہیں تھیں، گھوڑوں کا سفر تھا، گدھے، خچر اور اونٹ کا سفر تھا، بہرحال وہ تھوڑی جمعیت لے کر بنگال پہنچے۔ عرب میں رہنے والے، دن رات عربی میں بول چال اور عربی زبان میں تقریر کرنے والے، بنگلہ زبان سیکھی۔ اور وہاں اللہ کا ذکر اور دین کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو اللہ نے بہت سے نفوس کو ان کے ارد گرد جمع کر دیا۔ خاصی جمعیت ہو گئی اُس راجے سے مقابلہ ہوا تو راجہ مارا گیا، اور وہ ریاست اسلام کے زیرِ نگیں آ گئی۔

خواجہ معین الدین اجمیریؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی خدمات

سلطان العارفین خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے، جیسا کہ شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا۔ ستر برس میں پچانوے ہزار آدمی مسلمان کیے۔ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے مختلف علاقوں میں بڑے بڑے مبلغ بھیجے۔ وہاں بڑے بڑے مندر تھے، بڑے بڑے بت خانے تھے اور راجوں مہاراجوں نے کئی کئی میل رقبوں میں زمین کی پیداوار کو مندروں اور پجاریوں کی ضرورت کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ آپؒ نے بہت سے علاقوں میں اپنے خلفاء بھیجے۔ اپنے وابستگان کو جماعتی نظام میں بھیجا اور یہ تمام علاقے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کے حکم سے دہلی پہنچے۔ علم و فضل خداداد تھا، پہلے قرآن کریم یاد کیا، پھر سمرقند اور بخارا میں علم دین پڑھا۔ پھر خواجہ عثمان ہارونیؒ سے بیعت ہوئے۔ مرشد نے حکم دیا کہ بیٹا ہندوستان جاؤ۔ چنانچہ ہندوستان تشریف لائے۔ دہلی میں ٹھہرے۔ وہاں اپنے شاگرد اور خلیفہ مجاز حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کو کام کے لیے چھوڑا اور خود اجمیر پہنچے۔ وہاں زندگی گزاری اور ستر برس میں پچانوے ہزار لوگوں کو مسلمان کیا۔ اگر وہ صرف تہجدیں، وظائف، تلاوت اور روزے رکھ کر خدا کے ہاں پہنچنا چاہتے تو انہیں ایران سے ہندوستان آنے کی قطعاً ضرورت نہیں تھی۔

فتنۂ ارتداد

اپنی زندگی کو محض عبادات میں گزارنا اجتماعی فائدہ کے لیے مفید نہیں۔ اسلام کا فائدہ اسی میں ہے کہ دین غالب ہو اور باطل مغلوب۔ یقین کرو کہ قیامت کے دن اگر ہم اس حال میں پیش ہوئے کہ دین کے غلبے کے لیے ہم نے کوئی وقت نہیں دیا۔ اور محنت نہیں کی تو یقیناً وہ رسوائی کی گھڑی ہو گی۔ ہم اپنے ذاتی مفاد کے لیے کہاں کہاں تک پہنچتے ہیں؟ لیکن دین کو غالب کرنے کے لیے ہماری محنت کتنی ہے؟ ہماری جدو جہد کتنی ہے؟ اور ہمارے اس تساہل کا نتیجہ کیا نکل رہا ہے؟

جب جنگِ احد میں حضور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کچھ حضرات شہید ہوئے تو ایک صحابی کے پاس سے گزرے۔ تو ان کے آخری سانس باقی تھے۔ فرمایا۔ لوگو! میرا یہ پیغام دے دو فوجیوں کو، یہ میرا پیغام پہنچا دو صحابیوں کو کہ اگر تم زندہ رہے اور حضورؐ تک دشمن کا ہاتھ پہنچ گیا تو خدا کو کیا جواب دوگے؟

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اللہ نے پانچ کاموں کا حکم دیا ہے۔ میں تمہیں پانچ چیزوں کا تمہیں حکم دیتا ہوں۔ انفرادی زندگی نہ گزارو، جماعتی زندگی اختیار کرو۔

اطاعتِ رسولؐ کا صحیح مفہوم

ایک دفعہ حضرت رسولِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت جہاد کے لیے روانہ فرمائی۔ اُن میں سے ایک صحابی رک گئے اس خیال پر کہ جمعہ کا دن ہے حضورؐ کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھ لوں۔ شاید زندگی وفا کرے یا نہ کرے۔ صرف جمعہ ادا کرنے کے لیے تھوڑی سی دیر کر دی۔

جمعہ سے جب فراغت ہوئی تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بھائی! آپ کا نام فوجیوں میں نہیں تھا؟" عرض کیا "حضور! تھا۔" "تو پھر گئے کیوں نہیں؟"۔ "حضورؐ! یہ آرزو تھی کہ جمعہ آپؐ کے پیچھے ادا کر لوں، پھر شاید زندگی میں موقع ملے یا نہ۔" فرمایا۔ "اس دیر کرنے سے تو ثواب میں پیچھے رہا ہے۔ جنگ میں پہنچ کر اور صحابہؓ کے ساتھ مل کر لڑنے کے بعد جو بلندی اُن کو ملے گی، جو فضیلت ان کو ملے گی تجھے وہ درجہ نصیب نہیں ہو گا۔" یہ تو ان کے متعلق ہے جو مسجد نبوی میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جمعہ ادا کرنے کے شوق میں رہ گئے کوئی اپنا گھریلو کام نہیں، برادری کا کوئی کام نہیں، ذاتی غرض نہیں

حضورؐ کے پانچ احکام

غلبے کا نسخہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانِ واجب الاذعان کے

اندر مضمر ہے۔ فرمایا کہ میں تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں۔ پہلا یہ ہے کہ انفرادی زندگی چھوڑ دو، دین کے لیے جماعتی نظام بناؤ، غلبۂ دین کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص (آل عمران ۱۰۳) اکٹھے ہو جاؤ، اللہ کی رسّی کو پکڑ لو۔ ویسے تو شرابی بھی اکٹھے ہوتے ہیں، جواری بھی اکٹھے ہوتے ہیں۔ سینماؤں میں بھی اکٹھ ہوتا ہے۔ کون سا بڑا کام ہے جس میں اکٹھ نہیں ہوتا۔ لیکن فرمایا کہ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا۔ تمہارا اجتماع اور تمہارا اکٹھا ہونا دین کے لیے ہو، وَلَا تَفَرَّقُوْا، اور ایسے اکٹھے ہو جاؤ کہ ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو جاؤ — تو پہلا کام تنظیم ہے۔ یہ حدیث ترمذی شریف، مسند امام احمد بن حنبل، کنز العمال اور دیگر کتب میں بھی ہے۔ یعنی یہ حدیث کوئی اختلافی نہیں ہے — دوسری بات یہ ہے کہ جب جماعت کے ممبر بن جاؤ اور ضرورت کے لیے مجلس شوریٰ میں آنا ہو تو جماعت کے نظام العمل سننے سنانے کے لیے آ جاؤ۔ تیسرے یہ کہ جو جماعت کا فیصلہ ہو اسے عملی رنگ دینے کے لیے وقت کی ضرورت ہے تو وقت دو، اگر پیسے کی ضرورت ہے تو پیسہ بھی دو۔ اور چوتھا کام ہے ہجرت — ہجرت کا معنیٰ ہے چھوڑ دینا۔ یعنی جماعتی نظام العمل کے لیے وقت دے تو کام کاج چھوڑ دے پیسے دے تو بخل کو چھوڑ دے۔ جو کچھ بھی چھوڑنا پڑے چھوڑ دے۔ اور آخری حکم ہے۔ وَالْجِهَادُ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ط اللہ کی راہ میں محنت کرو۔ آپ گھر گھر پھریں، محلّے میں پھریں، بازار میں پھریں، ایک ایک کو ملیں۔ اپنے لیے نہیں خدا کے لیے۔

یہ پانچ حکم ہیں جو حضور علیہ السلام نے فرمائے ہیں۔ ہمیں لازم ہے کہ ہم حالات کو پہچانیں اور وقت کے تقاضے کے تحت اپنے آپ کو منظم کریں۔

از: حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب پسروری مدظلہ
مرتبہ: محمد عثمان غنی

قرآنی تعلیمات

عبدیت اور عبادت کا مفہوم کیا ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ۵ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ ۵

(النساء ۲۶-۲۷) ترجمہ:- اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ بیشک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے لیے عذاب ذلت کا۔

حضرات! اللہ تبارک و تعالیٰ نے شہر کی اس عظیم ترین مسجد میں پہنچنے اور کچھ کہنے کا موقع عطا فرمایا۔ حضرت سلطان المشائخ، امام الاولیاء، شیخ التفسیر نور اللہ تعالیٰ مرقدہٗ نے اڑتالیس یا پچاس برس کے قریب یہاں قرآن کریم کا درس جاری رکھا ان کے تشریف لے جانے کے بعد ان کی سعادتمند اولاد نے بھی درس کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

قرآن وسنت لازم وملزوم ہیں

حضرت موسےٰ کلیم اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب دنیا سے روانگی کا وقت آیا تو آپ نے اپنی سات لاکھ امت میں سے ستر آدمی منتخب کئے۔ ستر آدمی چن کر اپنے قریب بٹھلا کر انہیں پیغام دیا کہ اب میں تو دنیا سے جا رہا ہوں۔ یہ خدا کی کتاب، اسلام کی شریعت اور میری زندگی کی ساری محنت کا سرمایہ یہ تورات اس کی حفاظت کرنا کہ مٹ نہ جائے اشاعت کرنا کہ دوسروں تک اس کا علم پہنچا دے حفاظت بھی کرنا — تو ستر انسانوں کے سپرد کیا تورات کو اور تورات کے اصلی رنگ یعنی اپنی سنت کو۔ اللہ کی کتاب پر چلنا اور نبیؐ کی سنت پر چلنا یہ ہمیشہ دونوں چیزیں لازم ملزوم اور ضروری رہی ہیں امتوں نے علم حاصل کیا آسمانی کتاب سے، اور عمل سیکھا اپنے نبی سے۔ ہمیشہ یہ دونوں چیزیں برابر کی رہی ہیں۔ وہ انسان بدترین قسم کے گمراہ ہیں جو قرآن کریم کو لیتے ہیں اور سنت کو چھوڑتے ہیں۔ دونوں کا تعلق آپس میں ایسے ہے جیسے جسم اور روح کا تعلق آنکھ اور اس کی بینائی کا تعلق، کان اور اس کی شنوائی کا تعلق، یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتیں۔ دونوں کو جدا کرنا گمراہی ہے جہنم کا راستہ ہے۔ حضرت رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو آپؐ نے قرآن و سنت کو مضبوط پکڑنے کی تلقین فرمائی آپؐ نے ساری امت کو اس کی ذمہ داری دی اور فرمایا کہ میری ساری امت قیامت تک جو آئیں گے اب جو موجود ہیں اور بعد میں اس جماعت میں شامل ہوں گے۔ سب کو فرمایا کہ یہ میری امانت ہے اس امانت کی حفاظت کرنا اور اس امانت کی اشاعت کرنا جیسے وید مٹ گئے آج کوئی سمجھانے والا نہیں چنانچہ حکم ہوا کہ تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھنا تو اس پیغام کو صحابہ کرام نے سنا اور اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوئے اور دنیا کی آبادیوں میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ مذاہب ختم کر کے صرف ایک مذہب باقی رکھا شرک اور کفر کو کرید کرید کر نکالا۔

●

قرآنی تعلیمات

اب یہ جو آیات میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں یہ آٹھویں پارے کے اندر موجود ہیں وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا یہ پہلے فقرے ہیں ان کا معنیٰ، اے انسانو! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ مخلوق میں سے کسی چیز کو تھوڑا سا شریک بھی نہ بناؤ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا، ماں باپ کے ساتھ نہایت ہی اعلیٰ اولیٰ، بہتر، افضل نہایت اچھا سلوک کرو وَبِذِی الْقُرْبٰی، جو انسان تمہارے قریب ہیں۔ اگر باپ کی طرف سے قریب ہیں تو وہ دادے کی اولاد ہوئی، پردادے کی اولاد ہوئی اور اگر اماں جان کی طرف سے قریب ہیں تو وہ نانے کی اولاد ہوئی۔ یہ سب نزدیکیوں کے ساتھ بھی نہایت ہی اچھا سلوک کرو۔ وَالْیَتٰمٰی، یتامیٰ جمع ہے یتیم کی۔ یتیم صیغہ ہے صفت مشبّہ کا جیسے شریفٌ صفت مشبّہ کے صیغے ہیں صرف کی گرامر کریمٌ، رحیمٌ عظیمٌ یہ سب صفت مشبّہ کے صیغے ہیں۔ صرف کی گرامر میں علم صرف میں۔ تو یتیم کا مصدر کیا ہے؟ یعنی یتامیٰ تو بنا یتیم سے اور یتیم کس لفظ سے بنا ہے؟ اس کا مصدر ہے یُتْمٌ۔ ی ت م۔ یُتْم کا معنیٰ ہے سہارا۔ تو یتیم وہ بچے نابالغ، کمسن جن کا سہارا باقی نہیں رہا۔ باپ سہارا بنایا ہے اللہ تعالیٰ نے، چھوٹی اولاد کو کھانے پہننے، سونے اور دیگر ضرورتوں کے متعلق بالکل فکر نہیں ہوتا۔ ہر ایک چیز کا فکر ان کے ابا جان کو ہوتا ہے تو یتامیٰ، جن کا سہارا نہیں رہا۔ وہ بے سہارا بن چکے ہیں تو تم ان کا سہارا بن جاؤ اور انہیں اپنے سایہ میں رکھو جب باپ کا سایہ نہیں رہا۔ ان کے ساتھ بھی نہایت ہی اچھا سلوک کرو۔ وَالْمَسٰکِیْنِ، ہر بڑادری میں، محلے اور بستی میں شہر اور قصبے میں، ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن کو مسکین کہا جاتا ہے مِسْکِیْن ہے سُکُوْن سے کہتے ہیں نا "جی دل کو سکون نہیں" یا دل کو سکون مل گیا" تو مساکین ہے مسکین سے، مسکین بنا ہے سکون سے کہتے ہیں نا ساکن، میں لاہور کا ساکن ہوں، میری سکونت لاہور میں ہے تو یہ مساکین مسکین سے بنے اور مسکین بنا ہے سکون سے، اور سکون سے ان میں وہ بھلے مانس ہیں ان کی زندگی کے اندر شرافت ٹپک چکی ہے غنڈہ ازم ان کے قریب نہیں پھٹکا بد معاشی کی ہوا نہیں لگی بدن کو، آنکھیں، ہاتھ، قلم بدن ہر طرح وہ نہایت شرافت پر ٹکے ہوئے ہیں، شرافت پر لیتے ہیں، شرافت اُن کا اوڑھنا بچھونا ہے تو جو لوگ آپ کی آبادی میں غربت اور خطر کے اندر ہوں لیکن ہوں بھلے مانس، شریف، تو ان کے ساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کرو وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ پڑوسی ہوتے ہیں تین قسم کے۔ تھوڑی دیر کے لئے پڑوسی ہے جیسے تانگے رکشے، بس، گاڑی کے سفر میں تھوڑی دیر کے لئے دائیں، بائیں، آگے پیچھے۔ بیٹھنے والے، وہ پڑوسی ہیں آپس میں — اور کچھ پڑوس ہوتا ہے لمبی مدت کے لئے دوکان کے ساتھ دوکان ہے، مکان کے ساتھ مکان ہے مربعہ ہے، زمین کے ساتھ ملی ہوئی زمین ہے۔ باغ کے ساتھ ملا ہوا آباد ٹکڑا ہے، تو یہ سب پڑوسیوں کی قسمیں ہیں۔ تو فرمایا کہ پڑوسی وقتی طور پر ہو، ہنگامی طور پر ہو، دوامی طور پر ہو، سب کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کرو۔ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ بیوی کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کرو، بیوی خاوند کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کرے۔ وَابْنِ السَّبِیْلِ اور مسافر کے ساتھ بھی نہایت ہی اچھا سلوک کرو۔ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ جنگ ہوئی دشمنانِ ختم نبوّت کے ساتھ اور وہ قید ہو کر آ گئے مرد تو بن گئے بردے، غلام، اور ان کی مستورات، وہ بن گئیں باندیاں، لونڈیاں، منکرین ختم نبوت کے ساتھ جنگ ہوئی اور وہ گرفتار ہو کر اسلامی حکومت میں پہنچا دیئے گئے دشمنانِ اسلام سے جنگ ہوئی، جتنے غیر مسلم مرد قید ہو کر آئے وہ غلام کہلائیں گے عورتیں لونڈیاں کہلائیں گی لیکن ان پر بھی ظلم نہ کرو سختی زیادتی نہ کرو، شدّت نہ کرو غلاموں کے ساتھ بھی نہایت اچھا سلوک کرو۔ تو جب غلاموں کے ساتھ نہایت اچھے سلوک کا حکم ہو رہا ہے تو ماتحت عملہ، صدر کی رعیّت گورنر کا حلقہ اور اس کی رعایا، ہیڈ ماسٹر کا عملہ، بڑے ڈاکٹر کا عملہ، ریلوے کے سٹیشن ماسٹر کا ماتحت عملہ، نظام سلطنت میں بڑا عہدہ پانے والوں کو چاہیئے کہ وہ ماتحت عملے کے ساتھ نہایت ہی اچھا سلوک کریں۔ ان کی جیبوں میں نہ جھانکیں، ان کے ہاتھ کہیں اٹھیں تو یہ نہ سمجھیں کہ ہمیں دینے کے لئے اٹھے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ مَنْ کَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا، اللہ تعالیٰ ایسے اکڑ خاں کو، شیخی خورے کو کبھی پسند نہیں کرتا جو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے نہیں جھکتا اور شتر بے مہار کی طرح اپنی مرضی سے چلتا ہے۔ ایسے بے راہ رو اور کج طبع ٹیڑھی طبیعت والے انسان کو خدا نہیں پسند کرتا جو خدا کے احکام کے سامنے جھکتا نہیں ایسے اکڑنے والوں کو خدا کبھی پسند نہیں کرتا اللہ کی بارگاہ میں ان کو کبھی رسائی نہیں نصیب ہوتی الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ وَیَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَیَکْتُمُوْنَ مَا اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ اور وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو اُن کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے، وَاَعْتَدْنَا لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابًا مُّھِیْنًا اور جو انسان خدا کی زمین پر خدا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا کر خدا تعالیٰ کے احکام اور قرآن کریم کے منکر ہیں۔ ایسے منکروں کے لئے خدا تعالیٰ نے ایسا عذاب تیار کیا ہے جس عذاب سے وہ ذلیل ہوں گے ختم نبوّت کے منکر ہوں صحابہ کرام کے ایمان کی عظمت اور بلندی کے منکر ہوں، حدیث نبوی کے منکر ہوں ایسے سب منکر کافر ہیں سب کافروں کے لئے خدا نے عذاب ایسا تیار کر رکھا ہے جس عذاب میں وہ بڑے بڑے عہدوں پر پہنچنے والے بھی نہایت ذلت کے اندر گرفتار کئے جائیں گے۔ یہ ان آیات کا لفظی ترجمہ تھا جو آپ کے سامنے بیان کیا گیا۔ اب ان کی تھوڑی سی تفصیل اور تفسیر بیان کی جاتی ہے۔

عبدیّت کا مفہوم

ان آیات میں جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اُس کے عنوان بنائے جائیں تو تین مسئلے بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں ہمیں تین حکم دیئے ہیں۔ پہلا حکم یہ ہے کہ بندے بن کر رہو، دوسرا حکم یہ ہے کہ شرک سے بچو اور توحید خالص ہو، توحید کے اندر شرک کی ملاوٹ نہ ہو اور تیسرا مسئلہ حقوق العباد کا ہے یہ تین مسئلے ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں۔ عبدیّت، انسان کو چاہیئے کہ وہ بندہ بن کر رہے۔ توحید خالص اپنے ضمیر کے اندر عقیدے کی شکل میں موجود رکھے اور حقوق العباد۔ پہلا مسئلہ ہے عبدیّت

کا۔ عبادت کا معنیٰ بندگی، بندگی ایران کی زبان ہے ہماری زبان نہیں ہے تو ہم کیا سمجھیں کہ بندگی کیا ہوتی ہے؟ اور کیسے کی جاتی ہے؟ بندہ کون ہے؟ ہم سب بندے ہیں۔ روس بھی، ہندوستان بھی، جتنے ملک ہیں اور جہاں جہاں انسان آباد ہیں، سب بندے ہیں۔ لیکن قرآنِ کریم ہمیں جس بندگی کی طرف لاتا ہے وہ یہ ہے کہ نہ حکومت کے بندے بنو، نہ پیٹ کے بندے بنو نہ دولت کے بندے نہ مرتبے، جاہ اور عزت کے بندے نہ برادری کے بندے نہ بیوی کے بندے نہ اولاد کے بندے کُوْنُوْا عِبَادَاللہِ۔ اللہ کے بندے بنو۔ قرآنِ کریم سب بندگیوں سے چھڑا کر صرف خدا کی بندگی کا سبق دیتا ہے اب اللہ کے بندے بننے کا طریقہ کیا ہے؟ ہم نے تو یہ سمجھ رکھا ہے کہ نماز پڑھی روزے رکھے، تہجد پڑھی، جمعہ کے اندر آ گئے، تلاوت کی، اور دیگر وظائف و اوراد پڑھ لئے، اللہ نے پیسہ دیا ہے، توفیق دی تو حج کر آئے، داڑھی بڑھالی، کنگھی پھیرلی، نفلی روزے رکھ لئے، اعتکاف بیٹھ گئے، نکاح کر لیا، بس یہ دس پندرہ بیس کام جو کئے تو ہم اللہ کی عبادت کی ذمہ داری سے فارغ ہو گئے یہ عبادت کا ادھورا معنیٰ ہے بندگی کا معنیٰ یہ ہے کہ انسان اپنی مرضی سے کچھ بھی نہ کرے اپنے آپ کو مُردہ بدستِ زندہ سمجھے جیسے مُردے کی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ اسی طرح انسانوں میں اللہ کا بندہ وہ ہے جو اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے سامنے ختم کر دے اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے اپنی مرضی چھوڑ دے اس مرضی کو چھوڑنے اور خدا کے حکم کے تابع رہنے کا نام ہے بندگی اور اس حکم میں جیسے اُمتی ہیں اسی طرح نبی بھی اس حکم کے اندر مخاطب ہیں۔ وہ بھی مامور ہیں۔ انہیں بھی حکم ہے کہ تم بھی اللہ کے بندے بن کر رہو۔ یہ ٹھیک ہے کہ اُمتی کا دل جو چاہے گا اس کے اندر سَو دشواریاں ہوں گی سَو قسم کی اپنی ذاتی غرضیں ہوں گی۔ سَو قسم کی خرابیاں ہونگی لیکن انبیاء کرام کے دل معرفت کے نور سے روشن ہوتے ہیں۔ انبیاء کرام کے دماغ کے اندر خدا کے عرفان کی روشنی بدرجۂ کمال ہوتی ہے، ان سے ناممکن ہے کہ کسی ایسی چیز کی ہوس پیدا ہو جس کو خدا پسند نہیں کرتا۔ سمجھو! انسان، اُمتی انسان ہو سکتا ہے کہ ایسی خواہش کرے جو خدا کو پسند نہیں اور ننانوے فیصدی ایسی خواہش ہو جو خدا کو ناپسند ہو لیکن نبی کی آرزو ناممکن ہے کہ ایسی ہو جس خدا پسند نہ کرے لیکن اس اصول کے درست ہونے کے بعد بھی نبی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنی مرضی سے جو چاہے کرے۔ کیوں نہیں ہے؟ اس لئے کہ الوہیت اور عبدیت کا جو حد ہے وہ باقی نہیں رہتی یہ خدا کا مقام ہے کہ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ (حج ۱۸) اور یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (حج ۱۴) جو چاہے کرے کرائے اور جو چاہے حکم دے۔ اپنی ہر آرزو، ہر ارادے کو چالو کرنا، یہ خدا کا مقام ہے۔ اگر نبی بھی ایسا ہو کہ جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے تو عبدیت ختم ہو جاتی ہے۔ اُلوہیت آ جاتی ہے نبی جو چاہتا ہے نہیں کرتا۔ یہ الگ چیز ہے کہ خدا تعالیٰ بھی اُسی چیز کا حکم دے دے جس کو نبی نے چاہا ہے، بالکل وہی حکم دے جو نبی کی آرزو ہے، لیکن جب تک وحیٔ الٰہی کی مُہر نہ لگ جائے تب تک نبی اپنے ارادے کو عملاً نہیں نافذ کر سکتا۔ اللہ کرے کہ آپ نے سمجھ لیا ہو کہ یہ اُلوہیت ہے اور یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ اور یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ (حج) اُلوہیت ہے، اور وحیٔ الٰہی کے تابع رہنا یہ عبدیت ہے۔ نبی عبدیت میں نفسِ انسانی میں سب سے زیادہ بلند ہوتا ہے سب سے زیادہ اونچا مقام ہے عبدیت میں انبیاء کرام کا، پھر ان کے بعد جو زیادہ قریب ہوتا ہے نبی کے روحانی تعلق زیادہ، قوی اور مضبوط ہو گا اتنی ہی اس کی عبدیت دوسرے انسانوں کی عبدیت سے اچھی ہو گی اور اعلیٰ ہو گی جب تک خدا حکم نہ دے نبی ارادے کو عملاً نہیں اپنا سکتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ترپن برس تک مکہ مکرمہ میں رہے پھر مدینہ عالیہ تشریف لے گئے۔ پہلا جو زمانہ گزرا تیرہ برس کا بیتُ اللہ شریف کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ اور مدینہ عالیہ پہنچے تو حکم ہُوا کہ بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھو۔

تو نبی نے خدا کے حکم کے سامنے نماز بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھنی شروع کر دی لیکن دل کے اندر یہ تڑپ ہے کہ بیتُ اللہ شریف ہی قبلہ دوبارہ بن جائے اور بیت المقدس کی طرف یہ حکم جو آیا ہے یہ کسی وقت بھی بند ہو جائے۔ تو ٹھیک ہے۔ اب نبی کی آرزو کیا ہے؟ قبلہ بیت اللہ شریف ہو، اس آرزو کے اندر کوئی دُنیوی غرض نہیں لیکن دل چاہتا ہے کہ قبلہ بیت اللہ شریف بن جائے اور یہ حکم رُک جائے تو یہ آرزو ہے دل کی۔ اب یہ آرزو لب پر آئی ہے؟ خدا کے سامنے الفاظ کی شکل میں دعا بن کر خدا کے سامنے یہ آرزو پہنچی ہے؟ یہ ہے عبدیت کاملہ۔ بے نظیر عبدیت قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا ص (بقرہ ۱۴۴) اللہ تعالیٰ نے فرمایا قَدْ نَرٰی، پکی بات ہے کہ جب آپ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں، تو ہم آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے آپ پسند کرتے ہیں۔

بقیہ! محمودِ غزنوی کے دیس میں

تو مردہ دلوں کو حیاتِ جاودانی بخشتے تھے۔ خاک ان کی نظر سے کیمیا ہو جاتی تھی۔ ذرا دائیں جانب ہٹ کر ان کی پاکباز رفیقِ حیات خاتون کا مزار ہے۔ چاروں طرف دیواروں اور گنبد سے ڈھکا ہوا اندر جانے کا راستہ نہیں۔ اس لیے کہ یہ اس زمانہ کی خاتون تھیں جو عفت حیا، خوفِ خدا اور ایمان و یقین کا پیکر ہوا کرتی تھیں جاتے جاتے وصیت کر بیٹھیں کہ میری قبر کو چاروں طرف سے عمارت میں ڈھانک دیا جائے کہ بعد از مرگ کسی غیر محرم کو قبر پر بھی نگاہیں ڈالنے کا موقع نہ ملے۔ بیشک یہ ان مؤمنات قانتات میں سے ہوں گی جن کی پاکیزگیوں کو اللہ نے قرآن میں سراہا ہے۔ وہ رونقِ محفل بننے والوں میں سے نہ تھیں۔ بلاشبہ اس زمانہ کی خواتین مرد سے مساوات کی قائل نہ تھیں، مگر ایسی صفات کی بدولت اللہ انہیں نہ صرف مساوی بلکہ مردوں سے بڑھا بھی دیتا تھا۔ ولیس الذکر کالانثیٰ۔

شیخ الاسلام خضرویہ کے مزار سے ذرا جانب مشرق چلے جایئے۔ یہاں صالحین کے ایک جھرمٹ میں خواجہ ایوب انصار آسودہ استراحت ہیں۔ یہ اپنے وقت کے ممتاز معروف عالم و عارف خواجہ عبیداللہ انصار کے والد ماجد ہیں۔ خود بھی بڑے ولی اور عارف کامل۔ خواجہ عبیداللہ کا مزار ہرات میں ہے۔ ع ایں خانہ ہمہ آفتاب ا

حضرت مولانا احمد علیؒ نے اپنے اخلاق سے اہلِ لاہور کے دل جیت لئے تھے

طریقۂ تبلیغ سیکھنے کے لئے باقاعدہ تربیت کی ضرورت ہے

حضرت لاہوریؒ نے مخالفوں کو کس طرح مطیع و فرمانبردار کیا؟

چوہدری صادق علی ندوی، لائلپور

علم دین حاصل کرنے کے لیے ایک طالب علم سالہا سال محنت کرتا ہے۔ جید علماء اور اساتذہ مدت مدید تک اپنا دماغ کھپاتے ہیں پھر جا کر کہیں شاگرد رشید میں علمی استعداد پیدا ہوتی ہے۔

جس طرح علم دین حاصل کرنے کے لیے محنت شاقہ درکار ہے اسی طرح تبلیغ دین یعنی علوم دینیہ کا دوسروں تک پہنچانا اور ان علوم کے مطابق عملی زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرنا ایک مستقل فن ہے اور اسے حاصل کرنے کے لیے بھی مستقل محنت کی ضرورت ہے۔

دنیاوی تعلیم کا طریق یہ ہے کہ ایک شخص بی اے یا ایم اے کرنے کے بعد ٹریننگ کالج میں داخل ہو کر چند سال میں طریقہ تعلیم سیکھتا ہے اور بی ایڈ کر کے اس قابل ہو جاتا ہے کہ طالب علموں کو بطریق احسن تعلیم دے سکے۔ اسی طرح ہمارے علماء کے لیے بھی ایک ایسا ادارہ ہونا چاہیے جہاں وہ تحصیل علم کے بعد طریقہ تعلیم و خطابت سیکھیں نیز فن تبلیغ میں کما حقہٗ مہارت حاصل کریں۔ ایسے ادارہ سے فارغ ہو کر عملی مہارت کے لیے علماء کرام کو کم از کم ایک سال تبلیغی جماعت میں کام کر کے عملی طور پر تبلیغ اسلام کی مہارت حاصل کرنی چاہیے۔ کیونکہ علماء کرام کا کام صرف درس و تدریس ہی نہیں ہے بلکہ ان کے ذمہ مبلغ حضرات کی رہبری اور قیادت کا مقدس فریضہ بھی ہے۔ ویسے تو ہر مسلمان خواہ وہ عالم دین ہو یا ان پڑھ اسے تبلیغ کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ علماء کرام کی جماعت کو تو اپنی تمام عمر درس و تدریس اور تبلیغ دین میں صرف کرنی چاہیے۔

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر (قرآن)

تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو اپنی زندگی کو دعوتِ خیر میں صرف کرے۔

باقی عام مسلمانوں کا بھی فرض ہے کہ وہ اگر اپنا تمام وقت تبلیغ دین میں نہیں دے سکتے تو اپنی مصروفیات میں سے وقت نکال کر کچھ عرصہ کے لیے گاہے بگاہے اس کارِ خیر میں حصہ لیں۔ کیونکہ دعوتِ دین تمام امتِ مسلمہ کے ذمہ فرض ہے بلکہ اس امت کی خصوصیت ہی یہ ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کو پیغامِ حق کا پیغام دے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ (قرآن)

عوام کے لیے بھی ضروری ہے کہ علماء حق کی صحبت میں رہ کر احسن طریقہ سے تبلیغ کرنے کا فن سیکھیں۔ بغیر صحیح تربیت کے اگر کوئی شخص اس اہم کام کو کرنے لگے گا تو عوام کو فائدہ کی بجائے نقصان ہو گا۔ لہٰذا دعوتِ حق کے نازک کام کی حکمتوں کو سیکھنا اشد ضروری ہے۔ کلام رب العالمین میں بھی ہمیں یہی حکم کیا گیا ہے۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ۔

اپنے رب کے دین کی دعوت حکمت و موعظت سے دے۔

صحیح طریقۂ تبلیغ

صحیح طریقۂ تبلیغ کو قرآن پاک کی اصطلاح میں حکمت کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف نے اپنی عمر کے چند سال ان علماء کی صحبت میں گزارے ہیں جو اس حکمت تبلیغ کے ماہر تھے مثلاً حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دہلوی، حضرت مولانا کریم بخش صاحب مظفرگڑھی پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور اور حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دعاجو دہلوی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محقق علماء کی صحبت میں رہ کر جو چیز اس عاجز بندہ نے حاصل کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مبلغ کے دل میں مخلوق کے ساتھ محبت کا جذبہ موجزن ہونا چاہیے اللہ تعالیٰ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رب العالمین کے ہر پیغمبر نے سب سے پہلے یہ اعلان کیا۔

يَا قَوْمِ اِنِّيْ اَنْصَحُ لَكُمْ۔ (اے میری قوم! میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں) (اور خیر خواہ ہوں)۔

دوسری بات یہ ہے کہ مبلغ کے کلام میں نرمی ہونی چاہیے اور

بات نہایت اخلاق کے ساتھ کرنی چاہیئے۔

الدّین کلہ اخلاق (دین تمام کا تمام اخلاق ہی تو ہے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

(مجھے تو اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کے لیے ہی بھیجا گیا ہے)

حق تعالےٰ نے بھی اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ان عالی مقام الفاظ سے سرفراز کیا ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عظیم۔ (بیشک آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں)

امتِ رسولِ ہاشمی کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی ہدایت کی گئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق تمہارے لیے ایک نمونہ ہیں اور تمہیں اس نمونے کو اختیار کرنا چاہیئے:

وَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ۔ (القرآن)

مبلغ کا تو کام ہی یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ حمیدہ اختیار کرنے کے لیے دنیا کے تمام انسانوں کو ترغیب دے۔ ظاہر ہے کہ اخلاق ہی سے اخلاق پھیل سکتا ہے بداخلاقی سے کبھی بھی اخلاق نہیں پھیل سکتا۔

حضرت لاہوریؒ کے چند واقعات

امروزہ صحبت میں شیخ التفسیر حضرت لاہوریؒ کی زندگی کے چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔ کہ کس طرح انھوں نے اہل لاہور کو حکمت اور اخلاق سے قرآن پاک کی تعلیمات سے روشناس کرایا اور کس طرح غیر شرعی رسم و رواج کو چھوڑ کر زندگی کے ہر شعبہ میں سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنانے کی تبلیغ کی ؎

گر برائے حق صحبت سال ہا
باز گو حالے ازاں خوش حال ہا
تا زمین و آسمان خنداں شود
عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود

(یہ اشعار مولانا روم نے اپنے پیر و مرشد شاہ شمس الحق تبریزی کی مجالس کے متعلق فرمائے ہیں ہم گنہگار انسان اپنی استعداد کے مطابق حضرت لاہوریؒ کی صحبتوں کے متعلق بھی یہی جذبات رکھتے ہیں۔ لہٰذا اپنے جذبات کو مولانا رومیؒ کے الفاظ میں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔

"گر قبول افتد زہے عزّ و شرف"

پہلی جنگِ عظیم کے دوران حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے رفقاء کو انگریزوں نے قید میں ڈال دیا تھا تاکہ وہ حکومت برطانیہ کے خلاف لب کشائی نہ کر سکیں۔ ریشمی رومال کی تحریک میں حصہ لینے کی پاداش میں یہ تمام حضرات پابند سلاسل کر دیے گئے تھے۔ جنگ کے خاتمہ کے بعد حکومت برطانیہ نے حضرت لاہوریؒ کو لاہور لا کر حکم دیا۔ کہ آپ اس شہر سے باہر اپنی سرگرمیاں جاری نہیں رکھ سکتے۔ چنانچہ حضرت مولانا کو مجبوراً لاہور میں رہائش پذیر ہونا پڑا۔

شیرانوالہ گیٹ کے اندر چھوٹی سی مسجد میں قرآن پاک کا درس جاری کر دیا۔ یہ مسجد اب بھی موجود ہے اور بڑی مسجد جو بعد میں تعمیر ہوئی اس کے پہلو میں ہے راقم الحروف ۱۹۲۶ء میں لاہور تعلیم حاصل کرنے کے لیے آیا اور اس وقت صرف پندرہ سال کی عمر تھی نو دس سال تعلیم ہی کی غرض سے مستقل لاہور میں رہا اور پھر ملازمت اختیار کرنے کے بعد بھی حضرت لاہوریؒ کے پاس اکثر حاضر ہوتا رہا لہٰذا ۱۹۲۶ء سے لے کر حضرت کی وفات تک ان کی صحبت میں رہنے اور علمی استفادہ کرنے کا موقع ملتا رہا۔

ابتداء میں جب حضرت شیخ التفسیرؒ نے درسِ قرآن اور جمعہ کے خطاب سے اہلِ لاہور کو مستفید کرنا شروع کیا۔ اس وقت تک اور جید عالم بھی دہلی دروازہ کے اندر مقیم تھے جو دیوبند مکتب فکر کے علماء سے اختلاف رکھتے تھے۔ اس زمانہ میں اہل لاہور پر اُن مولانا صاحب کا خاصہ اثر تھا کیونکہ سالہا سال سے وہ یہاں مقیم تھے۔ (باقی آئندہ)

مراسلہ

بے راہ روی کے خاتمہ کیلئے

گورنر پنجاب لیفٹیننٹ جنرل عتیق الرحمٰن سے اپیل ہے کہ شادی شدہ عورتوں میں بے راہروی کے سدباب کے لیے تعزیرات پاکستان کی دفعات ۴۹۳ تا ۴۹۸ میں ایک آرڈیننس کے ذریعہ ترمیم کی جائے. اور شادی شدہ عورت کی طرف سے حرام کاری کے جرم کا ارتکاب قابل دست اندازی پولیس قرار دیا جائے. تعزیرات پاکستان میں انگریز کے زمانہ کی مندرجہ بالا دفعات نے عورتوں کو قانون کی گرفت سے بچنے کی گنجائش دے رکھی ہے جس کے نتیجہ میں بداخلاقی بڑھ رہی ہے. اور شادی شدہ عورتیں اپنے شوہروں کو چھوڑ کر بے راہروی پر مائل ہو جاتی ہیں. عورتوں کے اغوا کی وارداتیں بڑھ جانے سے معاشرہ میں بے اطمینانی پیدا ہو گئی ہے۔ اور معزز گھرانے اجڑ رہے ہیں۔ شادی شدہ عورتیں آشناؤں کے ساتھ بھاگ کر عدالتوں میں بیان دے کر نئی شادی رچا لیتی ہیں۔ جس کے نتیجہ میں ان کے میکے اور سسرال کے لوگوں کو بدنامی اور پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر یہ جرم قابل دست اندازی پولیس قرار دے دیا جائے۔ تو سماج دشمن عناصر کی حوصلہ شکنی ہو گی۔ اور حرام کاری کی راہ کسی حد تک مسدود ہو جائے گی۔ صوبہ سرحد میں مطلوبہ ترامیم پہلے ہی نافذ ہو چکی ہیں. کوئی وجہ نہیں کہ پنجاب میں بھی ترمیمی آرڈیننس نافذ نہ کیا جائے۔

فقیر محمد صدر انجمن نوجوانان اسلام
ڈی ٹائپ کالونی. لائل پور

ایجنٹ حضرات
خط و کتابت کرتے وقت اپنا کھاتہ نمبر ضرور لکھا کریں۔

سُود کی حرمت کا علمی تجزیہ کتاب و سنت کی روشنی میں

از: علّامہ یوسُف جبریل

سود کی پہچان مومن کے ایمان کی کسوٹی ہے۔ سود اور تجارتی منافع کے درمیان پردہ اس قدر باریک ہے۔ کہ مومن کی نگاہ کے سوا دوسری نگاہ اس میں امتیاز کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ قرآن حکیم میں جب سود کی حرمت اتری تو اس وقت بھی ایمان سے عاری لوگوں نے یہی کہا۔ کہ یا للعجب! سود حرام اور منافع حلال۔ آج اس علمی اور تحقیقی دور میں معاشیات پر معرکۃ الآرا کتابیں لکھنے والے یورپین ماہرین اقتصادیات کو بھی سود میں کوئی قباحت نظر آتی ہے۔ تو فقط یہی کہ ماضی میں سود کی شرح اور شرائط میں ظلم اور بے رحمی کے عنصر کے علاوہ قرض دار کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا تھا۔ اور یہ کہ سود کی شرح بعید از انصاف ہوتی تھی۔ ان حضرات نے اپنی تمام رسائی دماغی کے باوجود بیع اور ربوا میں تفریق کرنے کے بجائے سود کی دو قسمیں بنا کر دو نام تجویز کر ڈالے۔ پرانے زمانے کے ظالمانہ سود کو حسب معمول USURY رہنے دیا۔ اور نئے مشفقانہ اور عادلانہ سود کو INTEREST کا دلپذیر نام دے دیا۔ یہی ان لوگوں کی حدِ نگاہ تھی۔ وہ باریکی جس کی بنا پر اسلام نے سود کی لعنت کو حرام گردانا ان کی نگاہوں سے ایسے ہی اوجھل رہی۔ جیسے کہ آج سے چودہ سو برس پہلے کے ان پڑھ اور کم سواد لوگوں کی نگاہ سے اوجھل تھی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ہر گناہ اور ہر نیکی کی مختلف سطحیں ہوتی ہیں۔ اور ہر سطح اپنی جگہ پر شدت اور نرمی کی مختلف کیفیتوں کی حامل ہوتی ہے۔ مثلاً تیزاب یا عرق کیوڑہ۔ پانی کی مختلف مقداران کی طبعی خصوصیت پر اپنی اسی نسبت سے اثر انداز ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ ان کی طبعی خصوصیات میں بڑی حد تک کمی آ جاتی ہے۔ تاہم یہ خصوصیات کلیّ طور پر زائل نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے یہ باور کر لینا کہ سود کی شرائط نرم کر دینے سے یا مقروض کی مجبوری کے عامل کی عدم موجودگی میں سود کی حرمت کی شدت میں کمی کر کے اسے مائل بجواز بنایا جا سکتا ہے۔ ایسا ہی ہے جیسے تیزاب میں پانی کی کثیر مقدار ملانے سے یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ تیزاب نے اپنی طبعی خاصیت کھو دی۔ اور اس کا استعمال پانی کے طور پر جائز ہو گیا۔ نہیں۔ بلکہ نرم تیزاب بھی معدے میں جا کر لازماً اپنی خاصیّت کا اثر دکھلائے گا۔ اور آنتوں میں سوراخ ہو کر رفتہ رفتہ موت واقع ہو جائے گی۔ دوسرا خدشہ جو اس امر میں لاحق ہوتا ہے۔ یہ ہے کہ نرم شراب کے عادی کے لیے کوئی ایسے موانع موجود نہیں۔ کہ وہ تیز شراب سے مجتنب رہے۔ ایک دفعہ اس کا چسکا لگا۔ تو بس سب دیواریں منہدم ہو گئیں۔ اسی طرح وہ کون سی ضمانت ہے۔ اور وہ کون سی دیوار ہے۔ جو نرم سود کھانے والوں کو سخت سود کھانے سے مانع ہو گی۔ حرام جب انسان کے اندر رچ بس جاتا ہے۔ تو پھر حرام کی تمیز اس کے ذہن سے محو ہو جاتی ہے۔ قرآنِ حکیم نے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوتے ہی مسلمانوں کو حالت اضطراری میں جب حرام چیز کھانے کی اجازت دی۔ تو ساتھ شرط لگا دی کہ اتنا کھاؤ۔ جس سے زندگی برقرار رہے اور باغی اور طاغی ہو کر نہ کھاؤ تاکہ تمہارے ذہن سے حرام کی حرمت کا احساس نہ اٹھ جائے۔

قرنِ اول کے مسلمانوں نے سود کو حرام اس لیے جانا کہ قرآن نے اسے حرام قرار دیا۔ حرمت کی وجوہات کے تجزیے میں جانے کی انہیں فقط اس قدر ضرورت تھی۔ کہ سود ایک ظالمانہ اور بے رحمانہ فعل ہے۔ جو انسانی ہمدردی کا قاتل ہے۔ لیکن اس نئے دور میں حالات کچھ ایسے رونما ہو گئے ہیں۔ اور معاملات نے کچھ ایسی صورت اختیار کر لی ہے۔ کہ اس امر میں ایک تفصیلی جائزے اور عمیق تحقیق تجزیے کی اشد ضرورت ہے اس کے معنی یہ نہیں کہ نعوذ باللہ قرآن و سنت میں ایسے تجزیے کے لیے اساسی عوامل موجود نہیں۔ اور ہمیں یہ اساسی عوامل کہیں باہر سے تلاش کرنے ہیں۔ حاشا وکلا۔ نہیں۔ بلکہ یہ سب کچھ موجود ہے۔ قدرے سعی درکار ہے۔ پھر دیکھئے کہ کس طرح راز پر راز افشا ہوتا جا رہا ہے۔ اس تجزیے کی ضرورت ہمیں اس لیے لاحق نہیں ہوئی: کہ سود کی حرمت کا ثبوت بہم پہنچایا جائے۔ نہیں۔ سود کی حرمت پر تو بفضلِ تعالےٰ تمام مسلمان یقین رکھتے ہیں۔ البتہ بنکی سود اور مزارعت دو ایسے مسئلے ہیں۔ جو متنازعہ فیہ ہونے کے سبب کسی فیصلہ کن امر کے متقاضی ہیں۔ مزارعت کا مسئلہ تو آج کے خصوصی حالات میں اس قدر انتہائی سنگین صُورت اختیار کر چکا ہے۔ کہ اگر اس معاملے میں غفلت برتی گئی اور اس روگ کی حقیقت کچھ دیر مزید مستور رہی۔ تو ملت اسلامیہ کے لیے عالم بدھن ہلاکت کی حد تک تباہ کن نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ اجتماعی اسلامی مصالح کو انفرادی اغراض و فوائد کی بھینٹ چڑھا دینا کسی طرح بھی دانشمندانہ اقدام قرار نہیں دیا جا سکتا ملت اسلامیہ کو اگر اپنی گزشتہ غفلتوں کی پاداش میں اسی دنیا کی بعض اقوام کے ہاتھوں بے محابا ورکِ اسفل میں پھینکا جا سکتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ حالیہ فروگزاشتوں کے طفیل پھر اس کو دوبارہ ورکِ اسفل میں نہ ڈالا جائے۔ ضرورت ہے کہ سود کی حرمت کا تجزیہ کیا جائے جو قرآن و سنت کی روشنی میں ہو۔ اگر

ایسا تجزیہ ایسی روشنی کے بغیر محض علم
کے بل بوتے پر کرنا ممکن ہوتا۔ تو
اہالیان یورپ کبھی کے سود کو ناجائز قرار
دے چکے ہوتے۔ اور ان کے خوشہ چینوں
کی حیثیت سے ہمیں بھی اس تمام تر تردد
اور دلوسری کا مسئلہ درپیش نہ ہوتا لیکن
وہ ایسا نہ کر سکیں گے۔ اور اس
معرکہ کو سر کرنا مسلمانوں کے لیے مقدر
ہے۔ اور وہی اس کے اہل ہیں۔ ایسے
تجزیے کا فائدہ یہ ہوگا۔ کہ جہاں ایک
طرف ہم بنکی سود کی حقیقت کو جانچ
لیں گے۔ وہاں اس وقت کے سب سے
سنگین مسئلے یعنی مزارعت کی صحت وسقم
کو پرکھنے کا بھی امکان واضح ہو جائے
گا۔ اور حق یہ ہے۔ کہ گذشتہ چودہ
صدیوں سے جو مزارعت کے حامی اور
مخالف اپنی دلیلیں پیش کر رہے ہیں
اور کوئی فیصلہ نہیں ہونے پاتا۔ اس
کا فیصلہ کرنے کا طریقہ سوائے اس
کے نہیں۔ کہ دیکھا جائے آیا۔ مزارعت
بیع کی صورت ہے۔ یا ربٰو کی۔ اور
اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بیع کی صورت
ہے۔ تو حلال ہے اور اگر یہ بات
پایۂ ثبات کو پہنچ جائے۔ کہ مزارعت
سود ہے۔ تو مزارعت حرام ہے اور
دنیا بھر کی کوئی دلیل اس کا جواز
قائم کرنے میں حق بجانب نہیں ہو سکتی
اس مقصد کے حصول کے لیے کہ سود کی
حرمت کو جانچنے کا معیار کیا ہے۔ اور
اس امر میں حلال اور حرام کو واضح
کرنے کے لیے جو دو لفظ یعنی بیع
اور ربٰو مستعمل ہیں۔ ان کے معانی و
مطالب کیا ہیں۔ اور ان میں فرق
کیا ہے۔ پھر یہ کہ اضعافاً مضٰعفۃ
کی اصطلاح جو قرآن حکیم نے سود کے
معاملے میں فرمائی ہے۔ اس کا کیا مطلب
ہے۔ اور پھر بیع اور سود کی حلت و
حرمت کے معیار کی کنجی جو کملی والے
نے دو حرفوں میں سمجھا دی۔ اور جس
تک ابنائے آدم کے ذہن نہ پہنچ سکتے
یعنی الخراج بالضمان (ابوداؤد کتاب البیوع)
فائدہ نقصان اٹھانے کی ذمہ داری کے
ساتھ وابستہ ہے۔ کی افادیت کیا ہے؟
اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں اعلان
فرما دیا۔ یمحق اللہ الربٰو ویربی الصدقات
مٹاتا ہے۔ اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے
خیرات کو (البقرہ ۲۷۶) اور اس مقام پر
اللہ تعالیٰ نے اخلاقی پہلو پر بحث
فرمائی ہے۔ سود کا مقابلہ خیرات سے
اخلاقیات کا معاملہ ہے۔ اور سود ایک
ظالمانہ اور انسانی ہمدردی کا قاتل عمل
ہے۔ اللہ تعالیٰ سود خوار سے خوش
نہیں وہ ناشکرا اس لیے ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ
نے دولت دی۔ تو بجائے اس کے
کہ اس دولت میں سے محتاج کو صدقہ
اور مفلوک الحال کو قرض حسنہ دے۔
الٹا اس غریب کو سود کے شکنجے میں
جکڑ دیا۔ یہ تو تھا۔ سود کی حرمت
کا اخلاقی پہلو۔ اب دیکھیے مالی پہلو۔
اور ہر اس آدمی کے لیے جو اسلامی
معیشت کی حقیقت کو سمجھنا چاہتا ہے نہایت
ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اللہ
نے حلال کیا ہے بیع (تجارت) کو حرام
کیا ہے سود کو (البقرہ ۲۷۵) ربٰو کے
لغوی معنی بڑھنے کے ہیں۔ اور بیع کے
لغوی معنی بیچنے کے ہیں۔ جب ہم
ان دونوں کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تو واضح
ہو جاتا ہے۔ کہ اگر ربٰو یعنی سود بڑھتا
ہے۔ تو تجارت بھی بڑھتی ہے۔ پھر
بیع اور سود میں فرق کیا ٹھہرا۔ مزید
باریک بینی پر معلوم ہوتا ہے۔ کہ سود
میں تو خسارے کا احتمال نہیں۔ سود
خوار کا سرمایہ بھی محفوظ اور نفع
بھی یقینی مگر جہاں تک تجارت کا تعلق
ہے اس میں خسارے کا احتمال ہے۔
جہاں اس میں دولت بڑھ سکتی ہے۔
وہاں نفع یا نفع اور سرمایہ دونوں کے
ڈوب جانے کا بھی احتمال ہے۔ پس
معلوم ہوا کہ ایسا کاروبار جس میں سراسر
نفع ہی نفع ہو۔ اور خسارے کا
احتمال نہ ہو۔ ربٰو ہے یعنی سود ہے
اور یہی ایک ایسی حقیقت ہے جو
ان لوگوں کے ذہن میں نہیں بیٹھتی۔ جن
کی روح پر سود سوار ہوتا ہے اور
وہی لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ
نے فرمایا۔ نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر
جس طرح اٹھتا ہے۔ وہ شخص کہ جس
کے حواس کھو دیتے ہوں جن نے لپٹ
کر (البقرہ ۲۷۵) حالانکہ یہی وہ امر
ہے جس کے متعلق فرما دیا رسول اللہ
نے الخراج بالضمان۔ فائدہ نقصان اٹھانے
کی ذمہ داری کے ساتھ ہے۔ (ابوداؤد
کتاب البیوع) نیز مستدرک جلد نمبر ۲ صفحہ
۱۵) اور پھر اسی امر کو مسند امام احمد
میں اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سے نقل کیا گیا۔ یعنی آپ نے منع
فرمایا۔ اس چیز کا نفع لینے سے جس
کے نقصان کی ذمہ داری نہ لی۔ اور یہی
وہ دو حرفی قول ہے جس کی مثال آج
تک نہیں مل سکی۔ یہ ایک نبی کا ہی کمال
ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سود خوار کی
ظالمانہ اور غیر منصفانہ شرح سود پر بھی
زد کی ہے۔ اے ایمان والو! مت کھاؤ
دونے پر دونا (آل عمران ۱۳۰)

اب جب کہ ہم نے سود کی حقیقت
کو سمجھ لیا ہے۔ ہم اس اصول کو
کہیں بھی لاگو کر کے کسی بھی کاروبار
کی سودی یا غیر سودی حقیقت معلوم
کر سکتے ہیں۔ مزارعت کا مسئلہ مسلمانوں
میں جہاں نہایت ہی اہم اور دوررس
نتائج کا حامل ہے۔ وہاں یہی مسئلہ
متنازعہ فیہ بھی ہے۔ آئیے اس کو ہم سود
کی کسوٹی پر تولیں۔ اور نتائج کو دیکھیں
اگر اسلامی معیشت میں سود کا مسئلہ اور
اس کا تجارت سے امتیاز اتنی ہی باریکی
کا حامل ہے۔ تو پھر مزارعت جیسے خطیر
معاملے کو اس باریکی سے مستثنےٰ نہیں
قرار دیا جا سکتا۔ ہم یہ کہہ کر تو
مدمخالف کو خاموش کرا سکتے ہیں کہ
خیبر کا معاملہ مزارعت کا معاملہ ہے۔ ہم
یہ بھی اپنے ذہن کو باور کرا سکتے ہیں۔
کہ خیبر کے معاملے کے بعد تمام حدیثیں
جو مزارعت کی مخالفت میں مروی ہیں
منسوخ ہو چکیں۔ اور ہم ان آئمہ کے
مقابلے میں جنہوں نے مزارعت کو
ناجائز قرار دیا۔ بعض ایسے آئمہ کے
عمل کو ترجیح بھی دے سکتے ہیں جنہوں
نے کلی یا جزوی طور پر مزارعت کے
جواز میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔ لیکن
ہم یہ نہیں کر سکتے کہ قرآن کی رو سے
یا آنحضور کے فرمان واجب الاذعان یعنی
الخراج بالضمان کی رو سے تو مزارعت
سود ثابت ہوا۔ اور ہم اس کے جواز
کی دلیلیں پیش کرنے پر مصر ہیں۔
واضح رہے کہ زمینی سرمایہ کو خسارہ نہیں

کیوں کہ زمین نہ تو ہوا میں تحلیل ہو سکتی ہے۔ نہ ہی اس پر کوئی ایسے عوامل اثر پذیر ہو سکتے ہیں۔ جو تاجر کے سرمایہ کو ڈبو سکتے ہیں۔ اور جب زمین کے نفع میں خسارہ کا احتمال نہیں تو یہ سودی سرمایہ سے کیونکہ مختلف اور تجارتی سرمایہ کی مثیل ہو سکتی ہے۔ ایک آدھ فصل کے نہ ہونے یا چند فصلوں کے نہ ہونے کو گھاٹا نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں کہ زمین سے پیداواری قابلیت سلب نہیں ہوئی۔ فصلیں پھر ہوں گی۔ اور اس وقت کہا جا سکتا ہے۔ کہ زمیندار کے مجموعی نفع کی اوسط کی شرح کچھ گر گئی ہے۔ گھاٹے کا نام اسے نہیں دیا جا سکتا۔ باقی رہا مزارع کا معاملہ تو اس کی کمائی خسارہ کا امکان موجود ہونے کے باوجود ناجائز ہے۔ کیوں کہ اس نے سودی کاروبار میں حصہ لیا۔ حقیقت آخر حقیقت ہی رہتی ہے۔ تو حیلوں اور تاویلوں سے قدرت کے قانون کو بدلا جا سکتا ہے۔ نہ اس کے انتقام کو ٹالنا کسی طور پر ہی ممکن ہے خواہ تاویلوں کی کتنی ہی دیواریں اس کی راہ میں کھڑی کر دی جائیں۔ سود کا معاملہ اللہ کی نگاہ میں اس خوفناک حد تک ناپسندیدہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں مختلف گناہوں کے گناہ گاروں کو بڑی سے بڑی سزا کی دھمکیاں دی ہیں۔ وہاں کسی کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کیا۔ کیونکہ انسان بے چارہ اپنے اللہ سے جنگ کی سکت کب رکھ سکتا ہے۔ مگر یہ سود ہی تو ہے۔ کہ جس کے لیے سودخوار کو جنگ کی دھمکی دے دی ہے۔ "اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ اور جو کچھ سود باقی رہ گیا ہے۔ اس کو اگر تم درحقیقت مومن ہو۔ تو چھوڑ دو۔ اگر تم ایسا نہیں کرتے تو تمہیں اللہ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کی تنبیہ کی جاتی ہے۔

(البقرہ ۲۷۹) رسولؐ نے جیسا کہ حضرت رافع بن خدیج رضؓ سے روایت کی ہے۔ مزارعت کو سود کہا۔ اور پھر حضرت جابر بن عبداللہ نے آنحضورؐ سے روایت کی آپؐ نے فرمایا۔ کہ جو شخص مخابرہ کو ترک نہیں کرتا۔ اس کو اللہ اور رسولؐ کی جنگ کا الٹی میٹم دے دو۔ مخابرہ مزارعت کی بنیادی صورت ہے۔ اور یہ جنگ کی دھمکی وہی دھمکی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے سود سے باز نہ آنے والے کو دی ہے باقی رہا بینکی کاروبار کو تجارتی طرز پر لانے کا سوال۔ تو اس امر میں عرض یہ ہے۔ کہ جب کبھی کوئی مجھ سے یہ سوال کرتا ہے۔ کہ آیا یہ ممکن ہے کہ بنکی کاروبار کو تجارتی طرز پر ڈھالا جا سکتا ہے۔ تو میرے پاس اس سوال کا جواب ایک دلِ خوں ناب اور نگہِ غلط انداز کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ میں جواب دینے کی بجائے اپنے آپ کو اس سوچ میں غلطاں پاتا ہوں۔ کہ آیا سائل اسی قوم کا ایک فرد ہے۔ جس نے کبھی اسی دنیا میں محال کو سہل اور ہر ناممکن کو ممکن بنا کے دکھایا تھا۔ اور یہ بات کہ بنکی کاروبار کو سود سے تجارتی انداز پہ ڈھال لینا تو فقط رجسٹروں کی تبدیلی کا معاملہ ہے۔ تو کیا رجسٹروں کا تبدیل کرنے کا مرحلہ ہی درپیش ہوتا ہے۔ سیدھی سی بات ہے جو کاروبار یا کارخانے بنک سے قرض لیں۔ وہ اس سمجھوتے پر قرض لیں۔ کہ جو نفع ہو گا۔ اس میں کاروبار بنک۔ اور بنک میں پیسہ جمع کروانے والے سب اپنے اپنے حصص کی نسبت سے شامل اور جو خدانخواستہ نقصان ہو تو اس میں بھی اسی ترتیب سے سب شامل ہونگے باقی رہا سوال چاہنے کا اور نہ چاہنے کا۔ ہمت کا اور بے ہمتی کا۔ تو یہ معاملہ قوم کا ہے۔ اگر مسلمانوں کو اسلامی قانون کا نفاذ دنیا میں سبکی اور رسوائی کا سبب نظر آئے۔ تو اس کا کیا علاج۔ جن مسلمانوں نے محال کو سہل اور ناممکن کو ممکن بنایا تھا۔ ؏

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر

انہیں اسلامی اصولوں کا نفاذ کبھی بھی باعثِ رسوائی نظر نہ آیا۔ وہ لوگ اگر آج ہماری جگہ ہوتے تو وہ امکان اور عدم امکان کی بحث میں نہ پڑتے۔ بلکہ عنقریب پاکستان کے ہر بنک کی دیواروں پر ایک واضح اور خوشخط لکھا ہوا چارٹ آویزاں ہوتا اور یہ ان چارٹوں کی ہزاروں قسموں سے ایک ہے۔ جو ماہرین بیٹھ کر مضاربت کے اصولوں کے مطابق بنا سکتے ہیں۔

(۱) کل سرمایہ = ×
(۲) کارخانے کی گھسائی۔ پٹائی۔ اور ہنگامی اخراجات = ×
(۳) کارخانے کا ریزرو فنڈ = ×
(۴) مزدوروں اور ملازمین کی تنخواہ و بونس وغیرہ = ×
(۵) حکومت کا ٹیکس = ×
(۶) متفرق اخراجات = ×
(۷) کل منافع = ×
(۸) منافع فی صد = ×

نقصان کی صورت میں بھی یہی کوائف دکھائے جا سکتے ہیں۔ مگر خسارے کی ذمہ داری کاروباری فریق پر نہیں۔ بلکہ خسارہ صرف سرمایہ کار پر پڑے گا۔ خسارے کی تلافی کے لیے ایک بین الملکی بنک کا قیام کارخانہ داروں اور کاروباریوں کی متفقہ ایسوسی ایشن کی صورت میں کیا جا سکتا ہے۔ جو حکومت کی ماتحتی میں بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن ایسا تبھی ہو گا۔ کہ لوگ خود خوش اسلوبی سے کام کو نہ چلا سکیں۔ ایسا بنک قرضہ کی صورت یا مفت بھی جیسا کہ مناسب سمجھا جائے۔ دے سکتا ہے۔ بہرحال ایک ایسے ملکی تجارتی سیٹ اپ کے لیے ایسی تبدیلیوں سے عموماً لوگ گھبراتے ہیں کیوں کہ اس کام میں بڑے دِل گردے اور صحیح جذبۂ اسلامی کی حاجت ہے۔ ورنہ تمام گوشوارے اور تمام کوائف بھی مہیا ہو سکتے ہیں۔ اور مشکلات پر بھی قابو پایا جا سکتا ہے۔ اس تجارتی طرز کے بنک کا ایک بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ کارخانے چیزیں سستی مہیا کر سکتے ہیں۔ وہ اس طرح کہ اگر وہ سرمایہ بنکوں سے سود پر لیتے ہیں۔ تو جو سود وہ بنکوں کو ادا کرتے ہیں۔ اور ایسے سود کی شرح عام شرح سود سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو اشیاء کی قیمت میں جمع کرتے ہیں اور بالآخر یہ بڑھوتری صارفین کو ہی ادا کرنی پڑتی ہے۔ اور مہنگائی میں جو اضافہ ہوتا ہے۔ اس کا شکار بالواسطہ وہی ہوتے ہیں۔ یاد رہے۔ کہ بنک پیسہ جمع کروانے والوں کو جو سود کی شرح دیتا ہے۔ وہ کم ہوتی ہے۔ لہذا جب سود ختم ہو کر تجارتی طرز جاری ہوتی ہے۔ تو کاروباری اداروں کو کوئی سود وغیرہ بنکوں کو ادا نہیں کرنا پڑتا اور اس لیے کارخانوں سے نکلی ہوئی چیزوں کی قیمتوں میں وہ اضافہ جو سود

کی ادائیگی کے سبب کرنا پڑتا ہے۔ ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن جہاں اس کام میں جرأت کی ضرورت ہے۔ وہاں اسے کامیابی سے چلانے کے لیے دیانت کی بھی اشد ضرورت ہے۔ ورنہ جگ ہنسائی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ اس طرز میں کاروباری اداروں بنکوں اور سرپرستوں یعنی سب کا وجود باقی رہتا ہے۔ صرف کچھ حساب کتاب کی دردسری کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن حرام کھا کر دین اور دنیا اور دنیا اور آخرت کو غارت کر لینے کے مقابلے میں وہ دردسری مہنگی نہیں۔ تاہم یہ رواج نافذ کرنے کے کچھ عرصہ بعد جب ملازمین اس معاملے میں مہارت حاصل کر لیں۔ تو دردسری دور ہو سکتی ہے۔ ویسے کام تو سودی کاروبار کی بنا پر بھی دنیا میں چل ہی رہا ہے لیکن جن ممالک میں یہ کاروبار چل رہا ہے۔ ان سے ہمیں کیا غرض۔ نہ تو وہ اسلام کے مدعی ہیں۔ نہ ہی انہوں نے کبھی قرآن حکیم کی عظمت اور اسلام کی برتری پر کبھی لیکچر ہی دیئے ہیں۔ نہ ان کے ناموں کے ساتھ علوی۔ صدیقی۔ فاروقی جیسے القاب سی چسپاں ہوتے ہیں انہوں نے کبھی خالد بن ولید اور صلاح الدین ایوبی پر ناز نہیں کیا۔ نہ ہی کبھی انہوں نے اپنے لیے امت وسطیٰ اور انتم الاعلون جیسے بلند آہنگ مناسب کا انتخاب ہی کیا ہے۔ وہ بے چارے تو فقط اس چندروزہ زندگی کو اس فانی سرائے میں ایک گونہ سہولت سے گزار دینے کے متمنی ہیں۔ یہ بڑی واجبی سی تمنا ہے۔ مگر ادھر دیکھیے کہ کیا کیا دعوے اور کیا کیا ذمہ داریاں ہیں۔

شرکت اور مضاربت کے اصول،

شرکت یہ ہے۔ کہ دو یا دو سے زائد افراد کسی کاروبار میں متعین سرمایوں کے ساتھ اس معاہدہ میں شریک ہوں۔ کہ سب مل کر کاروبار کریں گے۔ مضاربت یہ ہے کہ ایک فریق سرمایہ فراہم کرے۔ اور دوسرا اس سرمائے سے کاروبار کرے۔ اس معاہدے کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین حصہ ملے گا شرکت اور مضاربت کے باقی قاعدوں میں کوئی فرق نہیں۔ اور یہ قاعدہ کہ نفع کی تقسیم شرکائے کاروبار کے درمیان باہم طے شدہ نسبتوں سے ہو گی۔ کسی فریق کے لیے کوئی متعین رقم طے نہیں کی جا سکتی۔ ایسا کرنے سے نفع ونقصان کی ذمہ داری کا قانون ٹوٹ جاتا ہے۔ اور معاملہ سود میں شمار ہو جاتا ہے۔ خسارے کی صورت میں خسارہ سرمایہ کار کا ہو گا۔ کاروباری فریق کی صرف محنت جائے گی۔ اگر سرمائے ایک سے زیادہ اور مختلف مقدار کے ہوں تو خسارہ ہر ایک سرمائے کی نسبت سے اٹھایا جائے گا۔ اگر ایک بنک نے ایک روپیہ مضاربت پر کاروباری فریق کو دیا۔ اور نفع کی نسبت نصف نصف ٹھہرائی اور چار آنے کا نفع ہوا۔ تو دو آنے بنک کے اور دو آنے کاروباری فریق کے بنک آگے اپنے حصہ داروں کو ان کی حصص کی نسبت سے بانٹے۔ یا جو دوسری پیچیدہ صورتیں شرکا کی ہوں۔ تو مضاربت کے مسلّمہ اصول پر کاربندی کی جائے۔ اتنی سی بات کو افسانہ کر دیا۔ البتہ سود خوار کے دل حرامی سود کے گوشۂ عافیت سے نکل کر اسلامی اور ایمانی دھڑکنوں سے دوچار ہوں گے۔ مضاربت اور مزارعت میں یہ فرق ہے۔ کہ مضاربت میں خسارے کا احتمال ہے۔ اور مزارعت میں نہیں۔ اس لیے مضاربت حلال اور مزارعت سود ہے

محمود غزنوی کے دیس میں

بلخ کے کھنڈرات یا علم وحکمت کے دفینے

مولانا سمیع الحق مدیر "الحق"

آج ۲۲ جون ۱۹۷۱ء ہے اور عالم اسلام کے بطل جلیل مجاہد اعظم سلطان محمود غزنویؒ کے شہر میں جانے کا پروگرام ہے۔ غیور مسلمانوں کی سرزمین افغانستان میں ہماری آمد کا دسواں دن ہے۔ برادر محترم قاری سعید الرحمٰن صاحب راولپنڈی بھی اس سفر کے ساتھی ہیں۔ بابر اور ابدالی کے دیس، مجاہد اسلام محمود غزنویؒ کے وطن افغانستان کی دیرینہ آرزو تھی۔ ہمارے پڑوس کے یہ مغربی خطے کبھی ہمارے میراث علم وحکمت کے علمبردار و امین تھے۔ دین و دانش کی شعاعیں ادھر ہی سے مشرق کو مالا مال کرتی تھیں۔ پھر غلام ہندوستان کے زمانہ میں بھی یہی خطہ اور غیور افغانوں کا چھوٹا سا ملک حریت اور جہاد آزادی کا مدرسہ بنا ہوا تھا۔ اور گویا ایشیا کا یہ مجموعہ کمزور قوموں کی قوتوں کا معیار اور اپنی آزادی کا آپ محافظ رہا۔ یہ جیالے افغانوں کا وطن ہے۔ جنہوں نے عظیم برٹش امپائر کے استعماری عزائم کو مدتوں خاک میں ملاتے رکھا۔ جہاں خلافت راشدہ کے ابتدائی ادوار ہی میں اسلام کا نور پہنچا۔ اور بحیثیت قوم پوری ملت افغانیہ نے اسلام کو لبیک کہا۔ مغرب پورے جاہ وجلال کے ساتھ بھی اسے غلام نہ بنا سکا۔ اور ایک عرصہ تک مغربیت کی پوری زور آزمائی کے باوجود اسلامی شریعت کی روح یہاں کارفرما رہی۔ مگر آج کا افغانستان اتنے ہی جوش اور ولولہ سے مغرب کی مادہ پرست تہذیب سے بغلگیر ہو رہا ہے۔ اور مشرقی یورپ کے راستہ سے آئی ہوئی مغربیت گویا اپنی سحرکاریوں میں دو آتشہ ثابت ہو رہی ہے۔ مغرب سے مقابلہ آسان تھا۔ مگر مغربیت عالم اسلام کے لیے اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ثابت ہوا۔ کس کی تاب تھی۔ کہ اس کی چکاچوند کے سامنے ٹھہر سکتا۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، قیامت سے پہلے اس تہذیب ہی کی کوکھ سے

نکلنے والا فتنہ دجال ہی تو ہوگا۔ جو پورے عالم اسلام کو دامِ تزویر میں لے لے گا۔

پچھلے دس دنوں میں ہم نے کابل اور اس کے گردو نواح میں بہت کچھ دیکھا شمال مغرب میں سینکڑوں میل دور ترکستان جانا ہوا۔ مزار شریف (جو حضرت شاہ ولایتمآب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ، کو منسوب ہے) کی زیارت ہوئی۔ اور اس سے ذرا دور روسی سرحد کے سایہ میں وہ ویرانہ بھی دیکھا جو کبھی بلخ کے نام سے عالم اسلام کا مرکز علم و سیاست بنا ہوا تھا۔ یہاں سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹ کر عالم اسلام کے دل و دماغ کی حیاتِ نو کا ذریعہ بنتے تھے۔ اس کے جنوب میں دریائے آمو (جیحون) واقع ہے اس علاقے میں آریائی تہذیب و تمدن پروان چڑھی، زردشت کی مذہبی آتش پرستی نے یہاں رواج پایا، اور اس دور کا سب سے بڑا آتشکدہ یہیں بنایا گیا تاریخ کے ہر دور میں بلخ نے اپنے اثرات چھوڑے اور، بلخ، باکتر، بان، نجدی، باختر، بلھیکا، باغل، پامیک، بلخ بامی زراسپ اسی کے مختلف نام رہے۔ پھر عہد فاروقی میں اسلامی افواج کی ترک تازیوں کا مرکز بنا۔ خراسان کے یہی خطے تھے۔ جو حضرت فاروق اعظم کے زمانہ ۲۳ھ / ۶۴۴ء میں ان کے بھیجے ہوتے ایک سالار حضرت احنف ابن قیس اور ان کے جانباز ساتھیوں ربعی بن عامر التیمی، عبداللہ بن ابی عقیل الثقفی، ابن ام غزال الہمدانی جیسے بہادر شاہ سواروں کی آماج گاہ بنے شہنشاہِ فارس یزدگرد جو بلخ میں پناہ لیے ہوتے تھا۔ یہیں سے خائب و خاسر ہو کر دریائے جیحون کے راستہ خاقان کی حکومت میں بھاگ نکلا۔ اور حضورؐ کے ایک بہادر سپاہی حضرت احنف کے ہاتھوں نیشاپور سے طخارستان تک اسلام کا علم لہرانے لگا یہیں حضرت احنف کے ۲۴ ہزار سربکف مجاہدین نے خاقان کے عزائم خاک میں ملا دیئے تھے۔ اور اسے شکست فاش اٹھانی پڑی۔ قلمرو اسلام میں آنے کے بعد بلخ سامانی، غزنوی، سلجوقی اور صفاری سلاطین کی توجہات کا مرکز اور بسا اوقات پایۂ تخت رہا اور ایک زمانہ ایسا آیا کہ اس شہر میں ایک ہزار دینی دارالعلوم بارہ سو جامع مسجدیں اور بارہ سو حمام آباد تھے۔ علم و ہنر سیاست و حکمت طب و فلسفہ۔ ادب و تصوف میں نابغۂ روزگار شخصیتیں ان خطوں نے اسلام کو دیں۔

اللہ کی طرف سے عیش و عشرت میں ڈوبی ہوئی قوموں کے لیے جو تازیانے مقرر ہیں۔ وقفہ وقفہ سے وہ بھی برستے رہے۔ اور بلخ بائیس (۲۲) مرتبہ بہت بڑی تباہی اور تخریب کا نشانہ بنا۔ یہاں تک کہ ۱۲۲۰ء مطابق ۶۱۷ھ چنگیز خاں کی فوجیں آئیں اور وحشت و بربریت میں تمام بربادیوں کو مات کر گئیں۔ آج یہ شہر مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ مگر اس کے اس پار بخارا اور سمرقند، خوارزم اور فرغانہ اس دور کی سرخ چنگیزیت کے پنجہ غلامی میں جکڑے ہوتے ہیں۔

الغرض بلخ قبۃ الاسلام اور ام البلاد نے اسلام کے عہد عروج میں ایک مثالی کردار ادا کیا۔ اس سرزمین کے کنارے دریائے آمو (جیحون) بہتا ہے۔ جو آج اس سرخ چنگیزیت کے سامنے سراب کی مانند ایک لکیر بنی ہوئی ہے۔ اور اس سے ذرا دور ہٹ کر وہ دریا بہتا ہے۔ جس کا کبھی ماوراء النہر کے نام سے پوری اسلامی دنیا کے علم و حکمت کے ایوانوں میں غلغلہ رہا ہے۔ یہاں کے علماء اور فقہا اپنی فقاہت و حکمت اور علمی تبحر کے لحاظ سے عالم اسلام کے لیے ایک ممتاز مکتب فکر بن گئے تھے۔

اب ذرا چشم تصور سے دریا کے اس پار نگاہ دوڑایئے وہ سامنے بخارا اور سمرقند ہے۔ امام بخاریؒ کا مدفن جن کی کتاب بخاری مسلمانوں کے ہاں اللہ کی کتاب کے بعد دوسرے نمبر پر ہے۔ امام ترمذی کی بستیاں صاحب ہدایہؒ ان علاقوں ہی میں فقہ کے دریا لنڈھاتے تھے۔ یہاں سے حدیث اور فقہ کو تازگی اور زندگی ملتی رہی۔ آج بھی ہماری گردنیں جن کے احسانات میں دبی ہوئی ہیں۔ ہم نے جو کچھ پایا ان ہی علاقوں سے۔ یہ اسلام کے امین تھے۔ مگر آہ! اب وہاں کیا ہے۔؟ اپنے جلیل القدر امام بخاری کا مدفن، ترمذی کا مولد اور صاحب ہدایہ کا منشاء شاید وہاں کے باسیوں میں سے بھی کسی کو معلوم نہیں ہم پرولیسیوں کے تو وہاں نزدیک جانے سے بھی پَر جل جائیں گے۔ وتلک الایام نداولھا بین الناس

تو بلخ کے کھنڈرات پر کھڑے ہو کر خوب آنسو بہائیے اور سرخ سرحد کے اس پار اپنی عظمتوں کے مزار پر ایک نگاہ حسرت ڈالیے۔ وہ دیکھیے آج بخاری اور ترمذی کی سعید روحیں کتنی بے چین ہیں۔ ان کی نوجوان نسلوں کو شاید اسلام سے اتنا تعلق ہو کہ ہمارے آباء و اجداد مسلمان کہلاتے تھے۔ بڑے بوڑھے اپنے ایمان کی دولت بچانے کی خاطر سب کچھ لٹا کر دوسرے ملکوں میں پناہ گزین ہو گئے۔ اور زیادہ تر روسی استبداد کا نشانہ بن گئے۔ صد حیف کہ کیسی کیسی متاع بے بہا ہمارے ہاتھوں شامتِ اعمال کی وجہ سے لٹ گئی۔ اور سرحد کے اس پار یہ بلخ ہے۔ یہ بھی تو اس وقت عہدِ ماضی کا ایک شکستہ ساز رہ گیا ہے۔ یہاں کے باسیوں میں سے اکثر کو معلوم ہی نہیں کہ آج بھی اس کے گرداگرد اور اسی چوکوں کے قریب علم و حکمت کے کیسے کیسے خزانے مدفون ہیں۔ کبھی یہاں کے طاق و ایوان قال اللہ اور قال الرسول سے گونجتے تھے۔ اور اب زوال پذیر قوموں کی طرح اونگھتے ہوئے اپنی عظمت سے بے فکر باشندوں کی پناہ گاہیں بنی ہیں۔ کبھی ہر گلی مدرسہ تھا اور ہر گھر خانقاہ اولیاء کا ہجوم اور ائمہ عصر اساطین علم و فقہ کا اژدہام۔ اور آج نہ کوئی مدرسہ ہے نہ خانقاہ۔ نہ کوئی عالم معلوم نہ کسی استاد کا چرچہ۔ اس لیے حال کی تلاش سے کیا فائدہ، ماضی کے تجسس میں نکل جایئے۔ قلب و نظر کی تسکین کا کچھ سامان شکستہ کھنڈرات ہی سے مل سکے گا۔ ماضی سے کٹے ہوئے حال نے تو بدحالی کے یہ دن دکھائے تو دیکھیے وہ شیخ الاسلام سلطان احمد خضرویہؒ کی ٹوٹی پھوٹی قبر ہے۔ جو ۲۴۰ھ میں ابراہیم ادھم، بایزید بسطامی اور امام حاتم اصم کے معاصر تھے۔ تصوف اور معرفت کی کتابیں ان کے حالات عالیہ کے ذکر سے لبریز ہیں۔ کرامت اور علو مرتبت کا یہ عالم کہ بسا اوقات جہاں قدم پڑتا وہاں سبزہ اگا دیتی مگر یہ کون سی بڑی بات ہے۔ یہ لوگ

(باقی صـ۹ پر)

شجاعت جن کے حصے میں بسالت جن کے پیکر میں
شرف افروز تھی جن کی وفا چشم پیمبر میں
ہمیں اب وہ رضائے حق کے خوگر یاد آتے ہیں
جو بیباکی سے گھوڑے ڈال دیتے تھے سمندر میں

صفائے قلب کی اللہ اکبر رفعت و عظمت
جہادوں میں چمکتی تھی خدا کی تابشِ نصرت
امیرِ شام رضؓ کے پرجوش لشکر یاد آتے ہیں !
جنہوں نے روم سے کی دور شرک و کفر کی ظلمت

محبت کا اخوت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
عبادت یا ریاضت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے
تو خولہ بنت ازور رضؓ ابن ازور رضؓ یاد آتے ہیں
شجاعت اور بسالت کا اگر کچھ ذکر آتا ہے

خلافت کی بہاروں میں صحابہ رضؓ مظہر حق تھے
عرب کے ریگزاروں میں صحابہؓ مظہرِ حق تھے
کوئی بھولے مگر ہم کو برابر یاد آتے ہیں
وفا کے شاہکاروں میں صحابہؓ مظہر حق تھے

ہم اے سرشار مدہوش مے مدح صحابہؓ ہیں
بحمد اللہ قدح نوش مے مدح صحابہؓ ہیں
ہمیشہ ہم کو جام حوض کوثر یاد آتے ہیں !
زہے قسمت کہ از جوشِ مئے مدح صحابہؓ ہیں

(حضرت سرشار کمنڈوی مرحوم کی قلمی بیاض سے ماخوذ)

بحث و مذاکرہ

اس شمارہ میں سود کی حرمت کے عنوان سے مضمون بحث و مذاکرہ کی صورت میں ہے - قارئین اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں - (ادارہ)
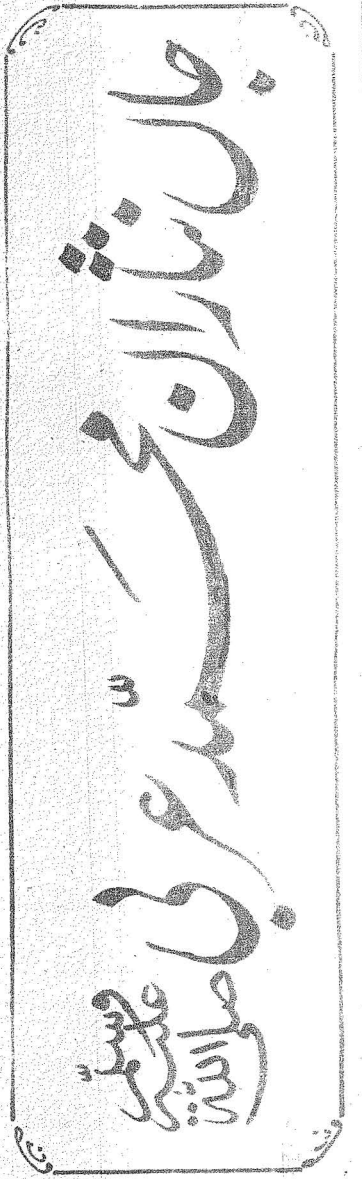
سالانہ جلسہ

جامعہ عربیہ مفتاح العلوم ٹھوالی کا سالانہ جلسہ و دستار بندی بتاریخ ۸ ر رجب المرجب ۱۳۹۱ھ مطابق ۳۰ ر اگست ۱۹۷۱ء بروز سوموار زیر صدارت حضرت مولانا خان محمد صاحب مدظلہٗ خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف منعقد ہو رہا ہے جس میں ملک کے ممتاز و جید علماء شریک ہو رہے ہیں - اس میں شرکت باعث ثواب و نجات بفضل اللہ تعالیٰ ہوگی -

ختم بخاری شریف حضرت مولانا نور محمد صاحب مدظلہٗ صدر مدرس و مہتمم جامعہ عربیہ مفتاح العلوم ٹھوالی فرمائیں گے حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی ناظم عمومی جمعیۃ علماء اسلام، حضرت مولانا محمد ضیاء القاسمی لائلپور، حضرت الحافظ مولانا ریاض احمد صاحب اشرفی خزانچی روزنامہ جنگ راولپنڈی اور حضرت مولانا محمد امین مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم امینیہ راولپنڈی تقاریر فرمائیں گے -

الداعی الی الخیر : (مولانا حسین احمد صاحب) عفی لہ
ٹھوالی براستہ چھب ضلع کیمبلپور

آیت کریمہ

مورخہ ۲۶ راگست مطابق ۴ ر رجب المرجب بروز جمعرات بعد نماز عشاء آیت کریمہ پڑھی جائے گی ۔ (انشاء اللہ تعالےٰ)

دعائے صحت

○ ادارہ پیغام حج لائلپور کے ناظم الحاج خلیل احمد لدھیانوی کی چھوٹی لڑکی کچھ دنوں سے سخت بیمار ہے قارئین حضرات کی خدمت میں خصوصی درخواست ہے کہ وہ حاجی خلیل احمد صاحب کی بچی کے لیے دعا کریں اللہ تعالےٰ جلد صحت کاملہ عطا فرمائے ۔

انتقال پُر ملال

○ مدرسہ فرقانیہ راولپنڈی کے صدر مدرس مولانا محمد عثمان کے ایصال ثواب کے لیے دارالعلوم اشاعت القرآن گوجر خان کے اساتذہ مولینا عبدالمتین صاحب اور مولانا محمد عارف صاحب اور طلبہ نے قرآن پاک پڑھا اور مولانا کے لیے دعاء مغفرت اور لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا کی ۔

○ چوہدری اللہ بخش عرف بیٹے خاں اپنے آبائی گاؤں چک ۱۲۵۔ ۱۵۔ ایل نزد میاں چنوں ضلع ملتان کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۲۰ ر جولائی ۱/۲ ۶ بجے شام داعئ اجل کو لبیک کہہ گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

مرحوم جناب صادق علی صاحب لیکچرار گورنمنٹ انٹر کالج بہاولپور کے والد اور حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین میں سے تھے ۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور غرباء مساکین کی امداد کا اسلامی جذبہ رکھنے والے تھے ۔ باطل کے خلاف آوازۂ حق بلند کرنا ان کا خاص شیوہ تھا ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کی خطاؤں کو معاف کرکے جنت الفردوس میں بلند مقام عطا کرے ۔ اور پسماندگان کو صبر و استقامت نصیب کرے ۔ (ادارہ)

○ حضرت مولانا عبدالمجید صاحب مہتمم مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ ایک ماہ علیل رہ کر قضائے الٰہی سے گزشتہ دنوں وفات پاگئے (انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

ان کی نماز جنازہ میں ہر مکتبۂ فکر کے لوگوں نے شرکت کی ۔ حضرت مرحوم فرنگی دور میں ملکی، ملی اور مذہبی تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں اور شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے تھے ۔ تقسیم سے قبل زیادہ تر مجلس احرار اسلام سے وابستہ رہے اور بعدہٗ شکر گڑھ میں دینی کام سرانجام دیتے رہے مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن شکر گڑھ مرحوم کی قائم کردہ یادگار ہے اور جمعیۃ علماء اسلام کے مقامی رہنما تھے ۔

(ناظم مدرسہ)

بقیہ: مسواک کی اہمیت

کی نگاہ میں محبوب بنا دیا تھا ۔ محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبوب کی ہر چیز محب کو محبوب و پسندیدہ نظر آئے "فنا فی الرسول" کی مشہور صوفیانہ اصطلاح کا لب لباب یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام و مرضیات میں اپنی مرضی اور خواہش کو گم کر دیا جائے اور

سنتِ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پوری اطاعت کی جائے ۔

(روزگار فقیر جلد دوم ص ۱۵۹)

تریاق تبخیر

دو دوائیں کورس ۱۳ روپے علاوہ ڈاک خرچ

برسوں کی تحقیق اور تجربہ کے بعد ایک کامیاب دوا جو کہ تبخیر معدہ، بے چینی، گھبراہٹ، دماغی تھکن تیزابیت، اختلاج القلب، قبض کی شکایت، ریحی، بواسیر اور مالیخولیا جیسی کیفیات کا شافی علاج ہے

امام طب حکیم سید فرید احمد عباسی سابق پرنسپل طبیہ کالج دہلی کے مجربات کے لئے پچیس پیسے کے ٹکٹ بھیج کر فہرست طلب کیجئے

عباسی دواخانہ ۹۔ای۔ شاہ عالم مارکیٹ ۔ لاہور

درس گاہ ۔ مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن (رجسٹرڈ) چوک بخاری شکر گڑھ

مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن بیادگار قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ جس کا مسلک اہلسنت والجماعت حنفی اور فکر و عمل اکابر علمائے دیوبند کے مطابق ہے اس کے سرپرست جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب دامت برکاتہم امیر انجمن خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور ہیں ۔ مدرسہ ہذا میں ملک کے اکابر علمائے دیوبند تشریف لاتے رہتے ہیں ۔ مدرسہ رحیمیہ باقاعدہ رجسٹرڈ ہے اور ہر سال اس کا حساب آڈٹ ہوتا ہے جس کی سالانہ رپورٹ شائع کی جاتی ہے ۔ امسال مدرسہ تعمیرات اور دوسری ضروریات کی وجہ سے مقروض ہے ۔ اہل خیر اور دین کے دردمند حضرات سے التماس ہے کہ مدرسہ مذکور کی زکوٰۃ، صدقات، چرم قربانی اور دیگر مدوں کے ذریعہ بھرپور امداد فرماکر عنداللہ ماجور ہوں ۔ ترسیل زر: براہ راست مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن کے نام یا نیشنل بنک شاخ شکر گڑھ کے اکاؤنٹ ۱۹۱۲ میں جمع کرائیں ۔

(شعبہ نشر و اشاعت مدرسہ ہذا)

(784)

مدرسہ عربیہ دارالعلوم مدنیہ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

اس مدرسہ میں قرآن پاک اور حدیث شریف فقہ حنفیہ کے علاوہ علوم متداولہ کی تعلیم دی جاتی ہے اس چشمۂ فیض کی بنیاد بحکم بزیر سرپرستی شیخ التفسیر و حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی دامت برکاتہم دس رمضان المبارک ۱۳۷۹ھ میں چند مخلص اور علم دوست حضرات نے رکھی اس مدرسہ عالیہ نے حضرت العلامہ مولانا محمد مسعود صاحب کے زیر اہتمام جو ترقی کی ہے وہ اپنی مثال آپ ہی ہے چنانچہ اس سال بھی ابتدائی فارسی سے لے کر مشکوٰۃ شریف ہدایہ اخرین، مختصر المعانی، شرح عقائد تک پڑھنے والے ۳۵ مسافر طلبہ فیض حاصل کر رہے ہیں اور تقریباً ۴۰ طلبہ، طالبات درجہ قرآن مجید میں حفظ و ناظرہ کی صورت جو سیراب ہو رہے ہیں وہ ان کے علاوہ ہیں دارالافتاء کے اہم امور کو حضرت مہتمم موصوف مدظلہ نہایت سنجیدگی کے ساتھ خالصتہً فی سبیل اللہ سرانجام دیتے ہیں جس کی بدولت ضلع بھر کے فتاویٰ یہاں سرانجام پاتے ہیں ۔ بحمداللہ مدارس عربیہ کے دستور کے مطابق ادارہ کو چلانے کے لیے دو مجلسیں قائم ہیں (۱) مجلس انتظامیہ (۲) مجلس شوریٰ مجلس انتظامیہ کو مدرسہ ہذا کے سرمایہ املاک اور نظم و نسق کے اختیارات حاصل ہیں اور مجلس شوریٰ مدرسہ ہذا کے اغراض و مقاصد کی تکمیل اور انتظام کو بحال رکھنے کے لیے مہتمم و ناظم اعلیٰ جیسے اہم ارکان کو منتخب کرتی ہے ۔ مدرسہ کا مسلک و مشرب عقائد اہلسنت والجماعت فقہ حنفیہ کے مطابق فکر و عمل وہی ہے جو کہ اکابرین علماء دیوبند کا مسلک و مشرب ہے ۔ مدرسہ عالیہ دارالعلوم مدنیہ دین کا ایک اہم ترین اور مرکزی ادارہ ہے جس میں نہایت خلوص او دیانت کے ساتھ چار مدرس اور دو ملازم کام کر رہے ہیں

بحمداللہ امسال اہل خیر حضرات کے تعاون سے اور بزرگوں کی دعاؤں سے مدرسہ کے لیے باتیس مرلے زمین بیومن ساڑھے تیرہ ہزار روپیہ خرید کر کے قبضہ بھی لے لی ہے ۔ جس میں سے ساڑھے چھ ہزار نقد ادا کیا جاچکا ہے اور سات ہزار کا اس زمین کے سلسلے میں مدرسہ عالیہ مقروض ہے لہٰذا دینی جذبہ رکھنے والے مخیر حضرات سے پرزور اپیل کی جاتی ہے کہ پچھلے سال کی طرح اس سال بھی بڑھ چڑھ کر اس قرض کے اتارنے میں تعاون فرماکر صدقہ جاریہ کا ثواب حاصل کریں ۔ نیز زمین کے واسطے جو حضرات اپنی رقوم بھیجتے ہیں اس کو اس زمین پر ہی خرچ کیا جاتا ہے تاکہ تعاون کرنے والے حضرات کا دائمی ثواب کا مقصد پورا ہو سکے ۔ امید ہے کہ جملہ مخیر قارئین اپنے عطیات اور صدقات و زکوٰۃ نیز چرم ہائے قربانی و عشر کے موقعہ پر اس مدرسہ کو ضرور یاد فرماکر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں گے

اطلاعاً عرض ہے کہ مورخہ ۵ رجب ۱۳۹۱ھ بروز جمعہ اس زمین میں مدرسہ کا سنگ بنیاد حضرت شیخ التفسیر والحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی جمعہ کی تقریر کے بعد اپنے ہاتھ مبارک سے رکھیں گے لہٰذا اس مبارک اجتماع میں شرکت فرماکر ثواب دارین حاصل کریں ۔ اسی مدرسہ میں اور اسی جمعہ و خمیس کی درمیانی رات کو مولانا ضیاء القاسمی لائلپوری تقریر فرمائیں گے ۔ مدرسہ سے رابطہ قائم کرنے کا پتہ یہ ہے

مولانا محمد مسعود مہتمم مدرسہ دارالعلوم مدنیہ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

★

بچوں کا صفحہ

اسلام کا مساویانہ نظام

حافظ عبدالغفار ابن عبدالعزیز، راوی روڈ لاہور

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ۔
تم میں سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کسی عرب کو عجم پر اور کسی عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ ان میں فضیلت والا صرف وہ ہے جو پرہیزگار ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے مسلمان کا اصلی مایہ ناز اس کا تقویٰ ہے، اس کا دین ہے، اس کا حسب ہے، اس کی مروّت ہے اور اس کا خلق ہے۔ جبکہ تمام عجم نے سیادت و حکومت کے ذریعہ سے دنیا کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ اسلام نے صرف تقوےٰ و طہارت کو انسان کا اصلی شرف قرار دیا۔ اور قرآن مجید نے تمام دنیا کے خلاف ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم کی صدا بلند کی۔ صحابہ کرام کو اگرچہ خلافت الٰہی نے اس شرف سے بھی ممتاز کیا جو روم اور ایران کا سب سے بڑا ذریعہ تفوق و امتیاز تھا۔ تاہم انہوں نے صرف مذہب و اخلاق ہی کو اپنا سرمایۂ اصلی خیال کیا۔ اس کے خیال کا نتیجہ تھا کہ سیاسی حیثیت سے خلیفۂ وقت خود کو تمام مسلمانوں کے برابر سمجھتا تھا اور ہر شخص کے ساتھ مساویانہ برتاؤ برتا کرتا تھا۔

ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ امور خلافت میں مشغول تھے۔ اسی حالت میں ایک آدمی آیا اور کہا کہ اے امیرالمومنین! مجھ پر فلاں شخص نے زیادتی کی ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ کہا کہ جب میں فصل مقدمات کے لیے بیٹھتا ہوں تو تم لوگ نہیں آتے اور جب خلافت کے دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاتا ہوں تو داد رسی لے کر آ جاتے ہو کوڑا اٹھا کر دے مارا، وہ ناراض ہو کر چلا گیا پھر خود بلایا اور اس کے سامنے کوڑا ڈال دیا۔ کہ اپنا قصاص لے لو۔

اس نے کہا۔ نہیں۔ میں نے خدا کے لیے معاف کر دیا۔

حضرت عمرؓ نے کہا اگر خدا کے لیے معاف کرتے ہو تو خیر ہے ورنہ اگر میری وجہ سے یا میرے لیے معاف کرتے ہو تو ضرور قصاص لو۔ اس نے کہا نہیں۔ خدا کے لیے۔

اگر کبھی امراء و عمّال ان کے ساتھ اس قسم کا برتاؤ کرتے تو سخت برہم ہوتے اس کو تہدید فرماتے۔

ایک مرتبہ حضرت عتبہ بن فرقدؓ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں نہایت تکلف کے ساتھ ایک لذیذ غذا بھیجی۔ حضرت عمرؓ نے دیکھ کر فرمایا۔ سارے مسلمان بھی کھایا کرتے ہیں؟ جواب ملا نہیں، فرمایا۔ تو پھر مجھے بھی اس کی ضرورت نہیں۔ جو عام کھائیں گے وہی میں کھاؤں گا۔ اور انہیں بھی ہدایت دی کہ تم بھی وہی کھاؤ جو عام مسلمان کھاتے ہیں۔

ایک دفعہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ (یہ دونوں حضرات امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے تھے) عراق کی کسی مہم میں شریک ہوئے۔ جب پلٹ کر بصرہ آئے تو بصرہ کے گورنر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ تھے انہوں نے نہایت جوش کے ساتھ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کا خیر مقدم کیا اور کہا اگر میرے پاس کچھ ہوتا تو میں ضرور اس سے تمہیں فائدہ پہنچاتا لیکن قاصر ہوں۔ ہاں میرے پاس تھوڑا سا صدقہ کا مال ہے میں اسے امیرالمومنین کی خدمت میں آپ لوگوں کے ذریعہ سے پہنچانا چاہتا ہوں۔ اب ایسا کرو کہ اس صدقہ کے روپے سے اسباب تجارت خرید لو اور مدینہ پاک میں یہ فروخت کر دینا۔ نفع اپنے پاس رکھ لینا اور اصل روپیہ امیرالمومنین کے حوالے کر دینا۔ یہ کہہ کر روپیہ ان کے سپرد کر دیا۔ اور انہیں اطلاع دے دی۔ ادھر ان دونوں حضرات نے ان کی تجویز پر عمل کیا لیکن جب روپیہ لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو انہوں نے پوچھا کیا ابو موسیٰ کل فوج کے ساتھ یہی رعایت کرتے ہیں۔ جواب دیا نہیں۔ فرمایا اچھا تمہیں میرے لڑکے سمجھ کر یہ رعایت دی ہے۔ اصل اور نفع دونوں لے کر بیت المال میں جمع کر دیا۔ اور فرمایا جو رعایت میرے لڑکوں کے لیے ہے وہ دوسروں کے واسطے بھی ہے جو دوسروں کے واسطے نہیں وہ میرے لڑکوں کے واسطے بھی نہیں۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو مکاتب بنایا۔ اس نے عرض کی یا حضرت! اجازت دیجئے میں عراق جاؤں۔ فرمایا مکاتب ہونے کے بعد جہاں جی چاہے۔ جا سکتے ہو۔ جب وہ روانہ ہوا، تو چند اور غلام بھی اس کی رفاقت کرنا چاہتے تھے۔ انہوں نے کہا اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط لے لو تو بہتر ہوگا اس لئے کہ تمام ہماری عزت کریں گے۔ جب گزارش کی گئی تو ڈانٹ کر فرمایا تم لوگوں پر ظلم کرنا چاہتے ہو تم سب مسلمان برابر ہو۔

فیروز سنز پریس لاہور میں باہتمام مولانا عبید اللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر انجمن شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۹۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری C T.B ۲۲۶-۲۴۸۱ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۵۶ء (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۹۷-۲-۵۵۹ مورخہ ۲ اگست ۱۹۶۴ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر G/۴۰-۲/M ۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء

خدام الدین میں اشتہار دے کر اپنی تجارت بڑھائیں

دیدہ زیب | نیا حاشیہ | رنگین

عکسی طباعت سے مزین

مترجمہ: حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تین سال کی محنت شاقہ اور زر کثیر کی لاگت کے بعد شائع ہوا

ہدیہ

مجلد قسم اوّل	مجلد قسم دوم	مجلد قسم سوم
آفسٹ پیپر	عمدہ ولایتی سفید کاغذ	مکینیکل گلیز کاغذ
✕	۱۲ روپے	۹ روپے

محصول ڈاک دو روپے فی نسخہ زائد ہوگا۔ فرمائش کے ساتھ کُل رقم پیشگی آنا ضروری ہے۔ وی پی نہیں بھیجا جائے گا۔ تاجران رعایت کے لئے لکھیں:

رعایتی قیمت ... فی جلد ۵/۵۰ ڈاک خرچ ۱/۵۰

کُل ۷/- روپے پیشگی بھیج کر طلب فرمائیں

مترجمہ
شیخ المشائخ قطب الاقطاب حضرت مولانا و سیدنا تاج محمود صاحب امروٹی نور اللہ مرقدہ

دفتر انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ، لاہور